﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۲۹/اکتوبر ۲۰۰۴ء | ۱۴/رمضان ۱۴۲۵ ہجری قمری ۲۹/اخاء ۱۳۸۳ ہجری شمسی | شمارہ ۴۴

لیلۃ القدر کی دعا

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ اگر مجھے علم ہوجائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو مَیں اس میں کیا دعا کروں۔ فرمایا کہ تُو یہ دعا کر کہ: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے پس تُو مجھے بھی بخش دے اور معاف فرمادے۔

(ترمذی ابواب الدعوات)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو

......"تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں مگر جو تم میں سے بیمار یا سفر پر ہو وہ اتنے روزے پھر رکھے۔ (شہادۃ القرآن بار دوم صفحہ 38)

......"میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہوجاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں"۔ (الحکم جلد 15، نمبر 3 مورخہ 24/ جنوری 1901ء)

......اس سوال کے جواب میں کہ جہاں چھ ماہ تک سورج نہیں چڑھتا روزہ کیونکر رکھیں۔ فرمایا:

"اگر ہم نے لوگوں کی طاقتوں پر قیاس کرنا ہے تو انسانی قویٰ کی جڑ جو حمل کا زمانہ ہے مطابق کر کے دکھلانا چاہئے۔ پس ہمارے حساب کی اگر پابندی لازم ہے تو ان بلاد میں صرف ڈیڑھ دن کا حمل ہونا چاہئے۔ اور اگر ان کے حساب کی تو دو سو چھیاسٹھ برس تک بچہ پیٹ میں رہنا چاہئے اور یہ ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ حمل صرف ڈیڑھ دن تک رہتا ہے۔ لیکن دو سو چھیاسٹھ برس کی حالت میں یہ تو ماننا کچھ بعید از قیاس نہیں کہ وہ چھ ماہ تک روزہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دن کا یہی مقدار ہے اور اسی کے مطابق ان کے قویٰ بھی ہیں"۔ (جنگ مقدس، بحث 5/ جون 1893ء)

......"تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے"۔

(الحکم جلد 11 نمبر 2 مورخہ 17/ جنوری 1907ء صفحہ 9)

......"روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتی ہے اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی شامل نہیں"۔ (بدر جلد 10 مورخہ 8/ جون 1905ء صفحہ 9)

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: "جائز ہے"۔

اسی طرح ایک اَور سوال پیش ہوا کہ حالتِ روزہ میں سر کو یا ڈاڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: "جائز ہے"۔

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: "جائز ہے"۔

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں میں سُرمہ ڈالے یا نہ ڈالے؟ فرمایا: "مکروہ ہے۔ اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔ رات کو سرمہ لگا سکتا ہے"۔ (بدر۔ جلد 6۔ نمبر 6۔ صفحہ 14۔ مورخہ 7 / فروری 1907ء صفحہ 4)

فرمایا کہ بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ لازم نہیں آتا۔

(الحکم جلد 11۔ نمبر 7۔ صفحہ 14۔ مورخہ 24 / فروری 1907ء)

"ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ مَیں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور مَیں نے کچھ کھا کر روزہ کی نیت کی۔ مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہوگئی تھی اب مَیں کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہوگیا۔ دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں صرف غلطی لگ گئی اور چند منٹوں کا فرق پڑ گیا"۔

(بدر۔ جلد 6۔ نمبر 7۔ مورخہ 14 / فروری 1907ء)

فرمودات خلفاء

ماہ رمضان اور انسان کی روحانی تکمیل

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جس قدر احکام شرع اسلام میں مقرر ہیں ان میں اسرار عجیبہ اور لطائف غریبہ غور کرنے سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ مثلاً یہاں پر جو شَھْرِ رَمَضَان واسطے صیام کے اللہ تعالیٰ کے کلام میں مخصوص فرمایا گیا اس میں ایک عجیب سرّ یہ ہے کہ یہ مہینہ آغاز سنہ ہجری سے نواں (9) مہینہ ہے۔ یعنی 1۔ محرم، 2۔ صفر، 3۔ ربیع الاول، 4۔ ربیع الثانی، 5۔ جمادی الاول، 6۔ جمادی الثانی، 7۔ رجب، 8۔ شعبان، 9۔ رمضان۔ اور ظاہر ہے کہ انسان کی تکمیل جسمانی شکمِ مادر میں نو ماہ میں ہوتی ہے اور عدد نو کا فی نفسہٖ بھی ایک ایسا سہل عدد ہے کہ باقی اعداد اسی کے احاد سے مرکب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لا غیر۔ پس اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہوا کہ انسان کی روحانی تکمیل بھی اسی نویں مہینے رمضان ہی میں ہونی چاہئے۔ اور وہ بھی اس تدریج کے ساتھ کہ آغاز شہور ہجری سے ہر ایک ماہ میں ایام بیض وغیرہ کے روزے رکھنے سے بتدریج تصفیہ قلب حاصل ہوتا رہا۔......

حتی کہ نواں مہینہ رمضان شریف کا آ گیا تو اس کے لئے یہ حکم ہوا کہ ﴿فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ﴾ (البقرۃ:186) یہاں تک کہ مومن متبع کو روزے رکھتے رکھتے آخر عشرہ رمضان شریف کا بھی آ گیا۔ پس اب تو ظلمات جسمانیہ اور تکدرات ہیولانیہ سے پاک وصاف ہوگیا تو عالم ملکوت کی تجلیات بھی اس کو ہونے لگیں اور طاق تاریخوں میں مکالمات الٰہیہ کا مورد ہوگیا اور یہی حقیقت ہے لَیْلَۃُ الْقَدْر کی جو آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے شارع اسلام نے تعیین لیلۃ القدر کی 27 شب مقرر فرمادی کیونکہ درصورت 29 دن ہونے شَھْرِ رَمَضَان کے وہی 27 شب آخری طاق شب ہو جاتی ہے۔ جس میں تکمیل روحانی انسان متبع کے حاصل ہوسکتی ہے۔

اس لئے یہ شب 27 کی ایک عجیب مبارک شب ہے جس میں قرآن مجید بھی نازل ہوا۔ کما قال اللہ تعالیٰ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْر۔ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ﴾ (القدر:2-4)۔ ایضاً قال تعالیٰ ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِی لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ﴾ (الدخان:4) اور چونکہ یہ شب مبارک اور لیلۃ القدر دونوں رمضان شریف ہی میں ہوتی ہیں لہذا ان تینوں آیتوں میں کوئی اختلاف بھی باقی نہیں رہا۔

اور ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ﴾ میں ضمیر مذکر غائب کا مرجع اس لئے مذکور نہیں ہوا ہے کہ جملہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد درجہ منتظر تھے کیونکہ تمام کتب میں آپ کی بشارات اور صفات حمیدہ موجود تھیں۔ اور اب تک موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام آپ کے منہ میں ڈالا جانا بھی بائبل میں اب تک پایا جاتا ہے"۔ (خطبات نور صفحہ 231-232)

اداریہ

درس حدیث

پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں

دنیا بھر میں پھیلی ہوئی احمدیہ مساجد و مراکز میں خدا تعالیٰ کے فضل سے رقت وخشیت اور خشوع وخضوع سے عبادات اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید، حدیث اور ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درس اور ذکر الٰہی کا بابرکت سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ رمضان المبارک کے مبارک ایام میں ان امور کا اہتمام والتزام معمول سے زیادہ ہوجاتا ہے۔

حدیث آنحضرت ﷺ کے ارشادات و اقوال یعنی قرآن مجید کی بہترین و مستند تفسیر، اخلاق فاضلہ و اسوہ حسنہ کا بے مثال ذخیرہ اور علوم و معارف کا نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔

حدیث، آنحضرت ﷺ سے صحابہ کرامؓ کی محبت وعقیدت کا ایک دلکش مرقع ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جس توجہ اور باریک بینی سے حضور ﷺ کی باتوں کو سنا، آپ کے روزمرہ کا مشاہدہ کیا، آپ کے رجحانات وترجیحات کو مدنظر رکھا اور ان باتوں کو پوری احتیاط سے آگے بیان کیا وہ تاریخ مذاہب کا ایک نادر واقعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی کے حالات یعنی اسوہ حسنہ مکمل طور پر محفوظ ہوگیا۔ دنیا میں کسی بھی اور رہنما یا مصلح اور لیڈر کی زندگی کے حالات اس طرح محفوظ نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ کے امتیوں کو یہ سعادت حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی رضا اور محبت سے سرفراز ہوں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئاً فَبَلَغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو خوش رکھے جو ہماری باتوں کو سنے اور انہیں اسی طرح آگے پہنچادے۔

اس ارشاد کی تعمیل میں صحابہؓ نے ہزاروں احادیث اس احتیاط سے یاد رکھیں اور بیان کیں کہ اس کی اور کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ صحابہ کرامؓ کی بیان کی ہوئی زبانی روایات میں حضور ﷺ کے ان خطوط کا ذکر آتا ہے جو حضور ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے نام لکھے تھے۔ کئی صدیوں کے بعد جب مذکورہ خطوط دستیاب ہوئے تو دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ زبانی روایات اور دریافت شدہ دستاویزات پوری طرح ایک دوسرے کے مطابق ہیں۔ بعض راویوں کے متعلق تاریخی طور پر ثابت ہے کہ وہ اس زمانہ میں جب سفر جان جوکھوں کا کام تھا دور دراز کے سفر محض اس لئے کرتے کہ کسی ایک حدیث کی تصحیح، توثیق کروائی جاسکے۔ حضرت امام بخاریؒ کی ''ثلاثیات'' مشہور ہیں یعنی امام بخاری کی ایسی روایات جو حضور ﷺ تک تین واسطوں سے پہنچیں۔ اس مشکل تحقیقی کام کے لئے حضرت امامؒ نے زندگی بھر محنت کی اور کوشش کی کہ حدیث کے درمیانی واسطے اور راوی کم ہوں۔ حضور ﷺ کی سرسبزی وشادابی کی دعا سے صحابہ کرامؓ نے کمال احتیاط سے روایت کرتے ہوئے ایسی برکتیں حاصل کیں کہ وہ انتہائی پستی ونکبت سے آسمان کی رفعتوں میں پرواز کرنے والے روحانی پرندے ہی نہیں، دنیا کے امام و رہنما بھی بن گئے۔ اس دعا اور خوش خبری سے آج بھی علم حدیث کی خدمت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح پہلے لوگوں نے کیا حضور ﷺ کے ارشادات کو سن کر دوسروں تک پہنچانے کا سلسلہ درس حدیث اور تعلیم حدیث کی صورت میں برابر جاری ہے۔ درس حدیث کے سلسلہ میں جماعت میں حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کا نام ایک بلند مقام رکھتا ہے۔ حضرت میر صاحب جیسے ہی درس شروع کرتے اور درود شریف پڑھتے ان پر ایک خاص کیفیت اور رقت طاری ہوجاتی۔ یوں لگتا تھا کہ حضرت میر صاحب زمانوں اور فاصلوں کو طے کرکے حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں پہنچ گئے ہیں یا وہ زمانہ اور مجالس حضرت میر صاحب کے سامنے آگئی ہیں اور اب جو کچھ بیان ہوگا وہ زبان آوری اور لسّانی نہیں بلکہ حضورؐ کی مجالس اور حضور کے اسوہ حسنہ کا آنکھوں دیکھا حال ہوگا۔ حضرت میر صاحبؓ کی یہ کیفیت درس کے دوران برابر جاری رہتی اور آپ کے سامعین بھی کسی اور ہی عالم میں پہنچے ہوئے ہوتے تھے۔

درس حدیث کا ایک مستقل اور اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے ذکر مبارک پر کثرت سے درود پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ درود پڑھنے سے خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور یہ ایسی نیکی اور عبادت ہے جو قرب الٰہی کے حصول کے لئے نہایت مفید و مؤثر ذریعہ ہے۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ حدیث سننے سنانے کی برکت سے انسان کو صحابیتِ معنوی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ حضور ﷺ کا زمانہ تو گزر گیا اب کوئی کتنی بھی کوشش کرے وہ اس زمانے کو تو حاصل نہیں کر سکتا البتہ علمی و ذہنی طور پر محبت وعقیدت سے اس زمانے میں پہنچنے کی کوشش سے معناً یہ سعادت حاصل ہوسکتی ہے۔

حدیث کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''متقی کے واسطے مناسب ہے کہ اس قسم کا خیال دل میں نہ لاوے کہ حدیث کوئی چیز نہیں اور آنحضرت ﷺ کا جو عمل تھا وہ گویا قرآن کے مطابق نہ تھا۔ آجکل کے زمانہ میں مرتد ہونے کے قریب جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک خیال حدیث شریف کی تحقیر کا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے تمام کاروبار قرآن شریف کے ماتحت تھے۔ اگر قرآن شریف کے واسطے معلم کی ضرورت نہ ہوتی تو قرآن رسول پر کیوں اترتا۔ یہ لوگ بہت بے ادب ہیں کہ ہر ایک اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے کہ قرآن شریف اسی پر نازل ہوا ہے۔ یہ بڑی گستاخی ہے کہ ایک چکڑالوی مولوی جو معنے قرآن کے کرے اس کو مانا جاتا ہے اور قبول کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے رسول پر جو معنے نازل ہوئے ان کو نہیں دیکھا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو انسانوں کو اس امر کا محتاج پیدا کیا ہے کہ ان کے درمیان کوئی رسول مامور مجدد ہو۔ مگر یہ چاہتے ہیں کہ ان کا ہر ایک رسول ہے اور اپنے آپ کو غنی اور غیر محتاج قرار دیتے ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ ایک بچہ محتاج ہے کہ وہ اپنے والدین وغیرہ سے تکلم سیکھے اور بولنے لگے۔ پھر استاد کے پاس بیٹھ کر سبق پڑھے۔ ''جائے استاد خالی است''۔

قرآن تمہارا محتاج نہیں پر تم محتاج ہو کہ قرآن کو پڑھو سمجھو اور سیکھو۔ جبکہ دنیا کے معمولی کاموں کے واسطے تم استاد پکڑتے ہو تو قرآن شریف کے واسطے استاد کی ضرورت کیوں نہیں؟ کیا بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی قرآن پڑھنے لگے گا؟ بہرحال معلّم کی ضرورت ہے۔ جب مسجد کا ملّاں ہمارا معلم ہوسکتا ہے تو کیا وہ نہیں ہوسکتا جس پر خود قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ دیکھو قانون سرکاری ہے اس کے سمجھنے اور سمجھانے کے واسطے بھی آدمی مقرر ہیں حالانکہ اس میں کوئی ایسے معارف اور حقائق نہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب میں ہیں۔ یاد رکھو کہ سارے انوار نبی کریم ﷺ کی اتباع میں ہیں۔ جو لوگ آنحضرت ﷺ کی اتباع نہیں کرتے انکو کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ بجز نور اتباع خدا تعالیٰ کو بھی پہچاننا مشکل ہے۔ شیطان، شیطان اسی واسطے ہے کہ اس کو نور اتباع حاصل نہیں۔ آنحضرت ﷺ تریسٹھ سال دنیا میں رہے۔ متقی کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ اس بات کو محبت کی نگاہ سے دیکھے کہ آنحضرت ﷺ کا کیا طریق عمل تھا۔''

(ملفوظات جلد پنجم 244،245۔ جدید ایڈیشن)

(عبدالباسط شاہد)

انتخاب از منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہوئے ہم تیرے اَے قادر توانا — ترے در کے ہوئے اور تجھ کو جانا
ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا — مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفّار و ہادی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا — کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا — کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا مَیں تیرے فضلوں کا منادی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا — تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا
ہر اِک عاشق نے ہے اِک بُت بنایا — ہمارے دل میں یہ دِلبر سمایا
وہی آرامِ جاں اور دل کو بھایا — وہی جِس کو کہیں ربّ البرایا
ہوا ظاہر وہ مجھ پر بِالْاَیَادِیْ — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تری نعمت کی کچھ قلّت نہیں ہے — تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے — مجھے اب شُکر کی طاقت نہیں ہے
یہ کیا احساں ترے ہیں میرے ہادی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ترے کوچے میں کن راہوں سے آؤں — وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں — خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
محبت چیز کیا کِس کو بتاؤں — وفا کیا راز ہے کِس کو سناؤں
مَیں اِس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں — یہی بہتر کہ خاک اپنی اُڑاؤں
کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے — کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
جو مرتا ہے وہی زندوں میں جاوے — جو جلتا ہے وہی مُردے جلاوے
ثمر ہے دُور کا کب غیر کھاوے — چلو اُوپر کو، وہ نیچے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کون لاوے — غریقِ عشق وہ موتی اٹھاوے
وہ دیکھے نیستی رحمت دکھاوے — خودی اور خودرَوی کب اس کو بھاوے
مجھے تُو نے یہ دولت اے خدا دی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کہاں تک حرص و شوقِ مالِ فانی — اٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
کہاں تک جوشِ آمال و امانی — یہ سَو سَو چھید ہیں تم میں نہانی
تو پھر کیونکر ملے وہ یارِ جانی — کہاں غِربال میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فکرِ ملکِ جاودانی — یہ مُلک و مال جھوٹی ہے کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی — مگر دل میں یہی تم نے ہے ٹھانی
خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی — ذرا سوچو یہی ہے زندگانی؟
خدا نے اپنی رہ مجھ کو بتا دی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت — دکھاؤ جلدتر صدق و اِنابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت — کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(درثمین)

درس سورۃ الفاتحۃ

(فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ۔10/جون 1984ء)

تسلسل کے لئے دیکھیں
الفضل انٹرنیشنل، 22 / اکتوبر 2004ء
جلدنمبر 11شمارہ نمبر 43

رحمانیت اور خَلْق کا باہمی تعلق

حضور انور نے گزشتہ درس کے مضمون کے ربط کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: رحمانیت کا خَلْق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ رحمانیت کا انسانی پیدائش یا زندگی کے ساتھ براہ راست تعلق ہے۔آپؐ فرماتے ہیں کہ رِحم کا مادہ وہی ہے جو رحمان کا مادہ ہے۔جس کا مطلب ہے کہ ہر قسم کی زندگی کی ابتدا رِحم مادر یعنی بچہ دانی سے ہوتی ہے۔اور لفظ رِحم کا براہ راست تعلق ان کے ربّ رحمان سے ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم رِحم سے تعلق کاٹو گے تو تمہارا تعلق رحمان خدا سے بھی کٹ جائے گا۔جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمٰن اسی مادہ سے لی ہے جو رِحم کا مادہ ہے۔رِحم زندگی کی ایک خاص قسم کی ابتدا کی جگہ ہے۔اس لئے دونوں کا منبع ایک ہی ہے ۔پس اگر یہاں آپ اپنا تعلق رِحم سے کاٹتے ہیں تو آپ اپنی جڑوں پر تبر رکھتے ہیں۔اس لئے کہ آپ اپنا تعلق اپنے ربّ سے بھی کاٹتے ہیں۔

صلہ رحمی ایک اسلامی اصطلاح ہے۔ اگر آپ صلہ رحمی کو تقویت دیں گے یعنی خونی رشتوں کو تقویت دیں گے یعنی خونی رشتوں کو تقویت دیں گے تو آپ اپنے رب سے تعلق کو بھی تقویت دیں گے۔اگر آپ یہاں اپنے قریبی خونی رشتوں کی قدر نہ کریں گے اور انکو تقویت نہ دیں گے تو اس طرح آپ خدا تعالیٰ کی رحمانیت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

حمد۔ مدح، ثنا اور شکر میں باہمی فرق

اب ہم سورۃ فاتحہ کی دوسری آیت کی طرف رُخ کرتے ہیں۔﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾۔ اس میں چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔اَللّٰہ خدا تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے۔اَلْحَمْد مصدر ہے اور اس کے معنے ہیں تعریف۔ لیکن یہ لفظ عربی لفظ﴿اَلْحَمْد﴾ کا پوری طرح مطلب بیان نہیں کرتا۔

عربی زبان میں چار مختلف الفاظ تعریف کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔اَلْحَمْدُ ،اَلْمَدْحُ ،اَلثَّنَاءُ وَالشُّکْر ۔ان میں سے اللہ تعالیٰ نے حمد کو چنا ہے اور دوسرے تین الفاظ کو نہیں چُنا۔وجہ یہ کہ باقی تین کچھ نہ کچھ سُقم رکھتے ہیں اور پورے اور جامع طور پر خدا تعالیٰ کی صفت کو بیان نہیں کر سکتے۔مثلاً مدح،الحمد لفظ کے بہت قریب ہے اور انکا مادہ ایک ہے یعنی ح۔م۔د۔ بس حروف کی ترتیب بدلی گئی ہے۔بجائے حمد کے مدح۔اس طرح حمد اپنے معنوں میں مدح کے لفظ کے قریب تر ہے۔ لیکن لفظ مدح ایک ایسی بات پہ دلالت کرتا ہے جس کا اطلاق خدا تعالیٰ پر نہیں ہوسکتا۔مدح کے معنے ہیں تعریف کرنا اور اس تعریف میں مبالغہ سے کام لینا بھی ممکن ہے۔ جھوٹی تعریف بھی مدح کہلاتی ہے۔جب لوگ بادشاہ کی تعریف کرتے ہیں یا اپنے محبوب کی تعریف کرتے ہیں تو مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں۔اس قدر زیادہ کہ تعریف حقیقت سے بے تعلق دکھائی دیتی ہے۔ پس مدح ایسی تعریف بھی ہوسکتی ہے جو سچائی سے قطعاً محروم ہو۔خدا تعالیٰ کے لئے صرف ایسے عالم لوگ مدح کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں جو صِدّیق ہوتے ہیں۔ورنہ مدح کا لفظ خدا تعالیٰ کی صفات کو بیان کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا۔جبکہ حَمْد کے معنے صرف سچی تعریف کے ہیں۔قابل تعریف صفات کامل سچائی پر مبنی ہوتی ہیں اور ان کو حمد کہتے ہیں۔

اسی طرح ثنا کا لفظ بھی مبالغہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ثنا ایسی تعریف کو کہتے ہیں جسے بار بار دہرایا جائے۔ نہ صرف مبالغہ بلکہ یہ لفظ نمائش کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔دکھاوے اور ثنا کا باہم براہ راست تعلق ہے۔جب آپ کسی کے لئے لفظ ثنا استعمال کرتے ہیں تو اگر آپ سچے متقی نہیں تو آپ کی ثنا غلط ہوگی۔دراصل ثنا کے معنے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ یا لارڈ یا کسی شاعر کی تعریف کا اعلان ببانگ دہل کرنا چاہتا ہے تا ہر کس و ناکس کو پتہ چل جائے۔لیکن اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔اگر ہم خدا تعالیٰ کی تعریف کے لئے لفظ ثنا کا استعمال کریں تو اگر ہم علم رکھتے ہیں اور متقی ہیں تو ہم اس کا استعمال کر سکتے ہیں لیکن لفظ ثنا بذات خود خدا تعالیٰ کی صفات بیان کرنے کے لئے مناسب لفظ نہیں۔

شُکر کے معنے ہیں کہ آپ ایسی ہستی کی تعریف کرتے ہیں جس کے احسان سے آپ باخبر ہیں اور اس کے احسانوں کو بھلائی تصور کرتے ہیں۔لیکن حمد اپنے اندر شکر کا مفہوم بھی رکھتی ہے۔حمد کا لفظ پہلے سے اپنے اندر زیادہ موثر اور جامع طور پر شکر کے معنے رکھتا ہے۔پس شکر ناقص لفظ ہے کیونکہ حمد کا لفظ زیادہ وسیع معنے رکھتا ہے۔جب ہم حمد کا بیان کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ لفظ حمد ہی اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوسکتا ہے اور دوسرا کوئی لفظ مناسب نہیں اور یہ لفظ دنیا کی تمام زبانوں کے الفاظ میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔کسی زبان میں اس قدر موثر لفظ نہیں پایا جاتا۔تعریف کے معنے ثنا اور مدح کے قریب قریب ہیں جو جھوٹی بھی ہوسکتی ہے جبکہ حمد جھوٹی نہیں ہو سکتی۔اس لئے لفظ تعریف کے ساتھ ہمیں کوئی اضافی صفت لگانی پڑے گی مثلاً تمام سچی تعریف اللہ ہی کا حق ہے۔بہرکیف اس قسم کے الفاظ بھی کافی نہ ہوں گے اور پھر مزید الفاظ بڑھانے پڑیں گے اور اس طرح یہ ایک لمبی عبارت بن جائے گی۔چونکہ ایسا ممکن نہیں اس لئے ہمیں لفظ تعریف پر ہی اکتفا کرنا پڑتا ہے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، یا تمام تعریف اللہ ہی کا حق ہے۔

حمد کا مطلب ہے بھلائی اور خوبی جس کے لئے ضروری نہیں کہ اسے کوئی دیکھنے والا ہو بلکہ خوبی جزو لاینفک ہو۔جس کا مطلب ہے کہ خوبی اپنی ذات میں قائم ہو چاہے کوئی اس کا اعتراف کرے یا نہ کرے۔یعنی وہ دیکھنے والوں سے مستغنی ہے جیسے لالۂ صحرا۔کوکنار جنگل میں پھلتا پھولتا ہے اس کے پھول کو یہ پروا نہیں ہوتی کہ کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے یا کوئی اسے دیکھتا بھی ہے یا نہیں۔ یہ اپنی خوبصورتی میں مگن ہے جسے کسی اور کی ضرورت نہیں۔چونکہ کوکنار کا پھول اپنی خوبصورتی کا کوئی شعور نہیں رکھتا اس لئے وہ لاپرواہ ہے۔لیکن ایک ایسی ذات جو اپنی خوبصورتی کا شعور رکھتی ہے اور اس کے باوجود وہ لاپروا ہو تو تب اس پر حمد کا لفظ اطلاق پاتا ہے۔اس لئے کہ ایسا استغناء اس ذات کی خوبی اور رفعت کو دوبالا کر دیتا ہے۔اس میں خوبی ہے اور اسے اس کا علم بھی ہے کہ مجھ میں یہ خوبی ہے لیکن اسے کوئی پروا نہیں کہ کوئی اس کا اعتراف کرتا ہے یا نہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ واضح فرماتا ہے کہ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ تم مجھے شناخت کرتے ہو یا نہیں۔مجھے تمہاری تعریفوں کی کوئی ضرورت نہیں۔میں اپنی ذات میں کافی ہوں۔یہ ہے حمد۔

جب حمد سچی ہو، جب حمد وسیع اور جامع ہو، جب حمد عمیق ہو کہ وہ فطرت کی گہرائیوں میں اترتی ہو اس وقت یہ لفظ سوائے خدا کے کسی غیر کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی حمد میں منفرد ہے وجہ یہ کہ اور کسی ذات کی اس قدر تعریف نہیں ہوسکتی کہ وہ حمد کی مستحق ہو۔اُن معنوں میں جو میں نے بیان کئے ہیں۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کے معانی

جب آپ کہتے ہیں کہ ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کا حق ہے تو اس کا مطلب ہے کہ حمد کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو خدا کے لئے نہ ہو۔اگر آپ اس دعویٰ پر غور کریں جو ایک مُطلق دعوی ہے جو ایک ذات کی مثبت خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے اور باقی تمام چیزوں کے منفی پہلوؤں کو ظاہر کرتا ہے۔

جب آپ کہتے ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں تو اس کے بہت سے معانی ہیں۔جن میں سے دو کا اس وقت ذکر کرتا ہوں۔ایک یہ کہ ہر قسم کی تعریفیں جو کچھ بھی تعریف کی حدود میں آ سکتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا حق ہے۔ دوسرا معنی ہے کہ تعریف سراسر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور کسی کا حق نہیں۔تعریف صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔ یہ بھی اَلْحَمْد ہے۔

جب آپ کہتے ہیں کہ خدا کے سوا ہر کوئی تعریف سے محروم ہے اس وقت آپ کائنات کو ایک نئے زاویہ سے دیکھتے ہیں اور آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک نئی کائنات ابھرتی ہے۔چونکہ آپ کہتے ہیں تعریف صرف اللہ کا حق ہے اس لئے آپ اعتراف کرتے ہیں کہ کائنات نے تعریف اللہ سے مستعار لی ہے۔چونکہ ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے اور کائنات کا ہر حصہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اس لئے ہر چیز جو تعریف کے لائق ہے وہ خدا کی طرف رجوع کرتی ہے اور خدا کی ملکیت ہے۔وہ تعریف کے ذریعہ خدا کے قبضہ میں چلی جاتی ہے۔پس چونکہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خوبی ہے جو دیکھنے والے کی نظر میں قابل تعریف ہے اس لئے ہر چیز خود بخود خدا کی ملکیت بن جاتی ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ جو بھی اپنے رب سے قطع تعلق کرتا ہے اسی حد تک وہ تعریف سے محروم ہو جاتا ہے۔اگر آپ خدا کے قریب تر ہو جائیں گے تو اس قدر آپ زیادہ تعریف کے مستحق ہوں گے۔

چونکہ ہر شخص میں ایک ذاتی خواہش ہے کہ اسکی تعریف کی جائے یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ حقیقی اور سچی تعریف کا مستحق بننے کی صرف اور صرف ایک ہی راہ ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔جب آپ خدا تعالیٰ کے زیادہ قریب جائیں گے تو اسی قدر زیادہ آپ تعریف کے مستحق بن جائیں گے۔اس لئے کہ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔بھلائی کے حصول کے لئے اور سچی بھلائی کے حصول کے لئے اور قابل تعریف مقام کے حصول کے لئے آپ کو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہوگا کیونکہ اس کے باہر کوئی حمد نہیں۔اس کے علاوہ شاید آپ مدح حاصل کر لیں، کچھ ثنا یا کچھ شکر حاصل کر لیں لیکن یہ کھوکھلی اصطلاحیں ہیں۔یہ سائے ہیں جن میں کوئی حقیقت نہیں۔ سچی تعریف کے لئے آپ کو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہوگا کیونکہ اس کے باہر کوئی حمد نہیں۔

﴿اَلْحَمْد﴾ کے دو معانی

علاوہ ازیں اَلْحَمْد ایک ایسا لفظ ہے جو مفعول اور فاعل دونوں حالتوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے دو معنے ہیں۔یہاں اس کے معنے مفعولی حالت میں بھی کئے جا سکتے ہیں اور فاعلی حالت میں بھی کئے جا سکتے ہیں اور اس طرح اس کے بالکل مختلف معنے ہوں گے اور حمد کا یہ خاصہ اس کے مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔

جب آپ کہتے ہیں﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾تو اس کے ایک معنے یہ ہیں کہ ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کا حق ہے۔اگر کوئی کسی کی تعریف کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی ہی تعریف کرے۔اس لئے کہ کوئی دوسرا تعریف کا حق دار نہیں۔یہ مفعولی معنے ہیں۔ان معنوں کی رو سے اللہ حمد کا مفعول بن جاتا ہے۔

لیکن فاعلی معنوں کی رو سے اللہ تعریف کا فاعل بن جاتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنے یہ ہوں گے کہ کوئی بھی کسی کی تعریف کرنے کا مجاز نہیں سوائے خدا کے۔کوئی شخص کسی اور چیز کی تعریف کرنے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ تعریف کرنے کا حق صرف اللہ کو ہے۔اگر آپ دعویٰ کریں کہ آپ کسی کی تعریف کر سکتے ہیں تو آپ غلطی پر ہیں اور آپ کا دعویٰ سراسر جھوٹا دعویٰ ہے۔سوائے خدا کے کوئی کسی کی تعریف کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ہاں اگر آپ اللہ کی تعریف کرتے ہیں تو یہ آپ کا حق ہے اس لئے کہ اس صورت میں اللہ حمد کا مفعول ہے۔اور تمام تعریفوں کا وہی مستحق ہے اس لئے تمام مخلوق یہ حق رکھتی ہے کہ وہ اللہ کی تعریف کرے۔اگر وہ اللہ کی تعریف کریں تو حق بجانب ہیں کیونکہ ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کا حق ہے اور خدا کے سوا کسی کی تعریف نہیں کر سکتے کیونکہ ان فاعلی معنوں میں تعریف اللہ کا ہی حق ہے یعنی تعریف کرنا اللہ کا حق ہے۔کسی کی تعریف کرنے کا حق اللہ کا ہے۔یہ بہت خوبصورت معنے ہیں جو آپ کے سامنے معانی کا ایک نیا باب کھول دیتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ: جب میں کہتا ہوں کہ تعریف کرنے کا حق ربّ کو ہے تو اس سے میری مراد یہ ہے کہ رب ایسی ذات ہے جو ہر چیز کی پرورش کی ذمہ دار ہے۔ربّ ایسی ہستی ہے جو ہر چیز کو ترقی دینے کی ذمہ دار ہے۔ربّ ایسی ہستی ہے جو ہر ایک کو روزی مہیا کرتی ہے۔ربّ ایسی ہستی ہے جو پرستش کے لائق ہے اور جسے اختیار کرنا چاہئے۔ایسی ہستی جو ہر چیز کا آخری مالک اور مولا ہے۔یہ سب صفاتی نام ہیں جو لفظ رب سے ماخوذ ہیں، لفظ رب کا حصہ ہیں۔جو ذات ربّ ہے وہ ابتدا سے ہی ہر چیز کی تاریخ سے واقف اور انکا اس قدر عمیق ،قریبی اور تفصیلی علم رکھتی ہے کہ کوئی دوسرا ایسا علم نہیں رکھ سکتا۔کہاوت ہے کہ تم اپنی دایہ سے اپنے عیوب چھپا نہیں سکتے۔اس لئے کہ دایہ کا تمہارے ساتھ تعلق اس وقت سے ہے جب تم ایک چھوٹے سے بچے تھے۔بلکہ بچے کی ماں بھی بچے کے عیوب اس کی دایہ سے چھپا نہیں سکتی کیونکہ سب کچھ دایہ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ حقیقت اللہ نے قرآن کریم کی ایک آیت میں

بیان کی ہے۔نہایت عمیق معانی کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنی تعریف مت کرو۔اپنے آپ کو متقی مت سمجھو۔یہ دعویٰ مت کرو کہ تم فی الحقیقت پرہیزگار ہو۔تم نہیں جانتے کہ تمہارا کیا حال ہے صرف اللہ جانتا ہے۔﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾۔(النجم:33)

وہ تمہیں جانتا ہے صرف پیدائش کے وقت سے نہیں بلکہ اس وقت سے جب کہ تم جنین کی حالت میں اپنی ماں کے رِحم میں تھے۔پس وہ تمہیں تمہاری اس وقت کی حالت سے جانتا ہے جب تم پیدا ہو رہے تھے بلکہ اس لمحہ سے جب نطفہ رِحم مادر میں پڑ رہا تھا۔عین اس وقت سے خدا تم سے واقف ہے اس لئے اللہ کی دستگیری تمہاری زندگی میں بیحد گہری ہے۔پس جبکہ اللہ تعالیٰ تمہاری پیدائش کے ان مراحل سے واقف ہے جو ابھی دیکھنے والوں کی نظر سے اوجھل تھے۔اس لئے کہ ہم باہر سے دیکھنے والے کسی شخص کو اس وقت سے جان سکتے ہیں جب وہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن اللہ اسے پیدائش سے پہلے جانتا ہے۔اس لئے وہ اندرون سے بھی واقف ہے۔اگر کوئی پیدائش میں نقص تھا اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے۔اگر کوئی اچھی قابلیتوں کے ساتھ پیدا ہوا تھا اللہ اسے بھی جانتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا خارجی چیزوں کے ساتھ تعلق اس سے کہیں لمبا ہے۔اللہ تعالیٰ تمام کائناتوں کا رب ہے اور تمام جہانوں کا ربّ ہے۔نہ صرف انسانی زندگی بلکہ ہر قسم کی زندگی کا ربّ۔پس یہ ثابت کرتا ہے کہ ہمارے متعلق اس کا علم بے حد گہرا ہے۔چونکہ وہ ہر چیز سے واقف ہے اس لئے وہی یہ مقام رکھتا ہے کہ جس کی چاہے تعریف کرے اور جس کی چاہئے مذمت کرے۔وجہ یہ کہ وہ اسے ذاتی علم سے جانتا ہے لیکن ہمیں کوئی ذاتی علم نہیں۔

جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے ہمیں تو اس کا بھی صحیح علم نہیں۔اس میں بھی ہم غلطی کھا جاتے ہیں۔ممکن ہے ہماری آنکھ میں نزول الماء ہو۔ممکن ہے ہماری نظر میں سقم ہو۔ممکن ہے فضا میں آلودگی ہو جس کی وجہ سے ہمیں صاف دکھائی نہ دے۔اس لئے ہم عالم الشھادۃ بھی نہیں۔آپ کا یہ دعویٰ کہ ہم کسی کی تعریف کر سکتے ہیں تقاضا کرتا ہے کہ آپ کو اس کا علم ہو۔اگر آپ علم کے بغیر کسی کی تعریف کرنا چاہیں تو آپ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ اندھی تعریف ہوگی۔کم ازکم آپ لفظ حمد کے ساتھ تعریف نہیں کر سکتے کیونکہ حمد کا معنی ہے سچی تعریف۔اندھی تعریف خود بخود حمد سے مانع ہے۔یہ حقیقت ثابت کرتی ہے کہ تعریف کرنے سے پہلے علم نہایت ضروری ہے اور علم بھی گہرا علم اور ایسا علم صرف ربّ کو حاصل ہوسکتا ہے۔جب ہم اس کا بھی صحیح علم نہیں رکھتے جو کچھ ہمیں دکھائی دے رہا ہے تو ہم کس طرح کسی کی تعریف کر سکتے ہیں۔اس پہلو کو غالب نے بھی چھوا ہے۔وہ کہتا ہے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا

Punjab Sweets & Restaurant

ایک سو مہمانوں کے لئے خوبصورت پارٹی ہال

اور باربی کیو پارٹی کے لئے بھی جگہ موجود ہے۔

کھلے آسمان تلے بہترین کھانوں کا لطف اٹھائیں۔

ہر قسم کی مٹھائیاں اور کھانے کا بہترین مرکز

Munawar Ahmad (Babbi)

Punjab Sweets & Restaurant
172-174 Upper Tooting Road
Tooting, London
Tel: 020 8767 3535

یعنی یہ عجیب کائنات ہے کہ یہ ستارے کچھ اور چیز ہیں لیکن دکھائی کچھ اور دیتے ہیں۔یہ جادوگر ہمیں کھلا کھلا دھوکہ دے رہے ہیں۔یہ چھپاتے کچھ نہیں پھر بھی ہمیں دھوکہ دیتے ہیں۔یعنی جو کچھ ہم دیکھتے ہیں ضروری نہیں کہ حقیقت میں وہی ہو۔

یہ دوسرا پہلو ہے ہماری ندامت کا۔انسان ہزاروں سال سے ستاروں کو دیکھ رہا ہے پھر بھی اس کا علم مکمل نہیں۔جو کچھ دیکھ رہا ہے اس کے متعلق اس کا علم ادلتا بدلتا رہتا ہے۔اس کی بصارت بھی بدلتی رہتی ہے۔جو ذرائع وہ دیکھنے کے لئے استعمال کرتا ہے وہ بھی بدلتے رہتے ہیں۔جو ستارے گلیلیو سے پہلے دیکھے گئے انہوں نے دیکھنے والوں کو بالکل مختلف پیغام دیا۔پس اس وقت جس نے ان ستاروں کی تعریف کی اس کی تعریف بیحد محدود تھی۔لیکن جب گلیلیو نے پہلی دوربین ایجاد کی اسے بیحد فخر تھا کہ اس نے کائنات کو وسیع کر دیا لیکن بعد میں جو دوربین 1960ء کے دہاکے کے شروع میں ایجاد کی گئی وہ گلیلیو کی 1610ء والی دوربین سے دس لاکھ گنا زیادہ طاقتور تھی۔اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انسان کا علم کس قدر کھوکھلا ہے۔یہ دوربین جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔یہ شاید 1962ء میں بنی تھی۔لیکن جو دوربینیں استعمال میں لائی جا رہی ہیں وہ ریزولیوشن اور گہرائی میں پہلی دوربینوں سے دس لاکھ گنا مزید طاقتور ہیں۔پس گلیلیو کے زمانے سے اس علم میں کم ازکم دس لاکھ ضرب دس لاکھ گنا زیادہ اضافہ ہوا ہے۔پھر بھی ستاروں کے متعلق ہمارا تصور بالکل ابتدائی ہے۔جنہیں کچھ علم ہے وہ جانتے ہیں کہ ابھی ہم صرف سطح پر گھوم رہے ہیں اور حقیقت میں ہمیں کچھ نہیں ملا۔صرف استدلال کے ذریعہ ہم تھوڑا بہت علم حاصل کر رہے ہیں۔یہ ہے آج کا انسان جو اس قدر مغرور اپنے علم کی چوٹی پر کھڑا ہے۔لیکن وہ لوگ جنہیں کچھ علم ہے وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ باوجود پہلے لوگوں پر برتری کے ہمارا علم کائنات کے متعلق بہت زیادہ ترقی نہیں کر پایا۔تو پھر آپ کس طرح تعریف کر سکتے ہیں کیونکہ حمد کے لئے آپ کو علم ہونا چاہئے اور آپ کو راست گو ہونا چاہئے۔

اس کے باوجود اگر آپ استدلال اور نتیجہ نکالنے کی دنیا میں جائیں جو دراصل علم غیب ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف عالم الشہادۃ ہے بلکہ عالم الغیب بھی ہے یعنی چھپی ہوئی چیزوں کو بھی جانتا ہے۔تب ہمیں پوری طرح احساس ہوتا ہے کہ جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں جو چھپا ہوا ہے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔مثلاً میں اس لڑکے کو دیکھ رہا ہوں لیکن میں صرف ایک خارجی شکل وصورت کا علم حاصل کر رہا ہوں جو اچھی بھی ہوسکتی ہے اور بری بھی ہوسکتی ہے۔لیکن اس کے اندر والے آدمی کا تناسب باہر والے آدمی سے کہیں زیادہ ہوسکتا ہے۔جب میں کسی کو دیکھتا ہوں تو میں صرف باہر سے دیکھ رہا ہوں اور وہ علم بھی ناقص ہوسکتا ہے۔جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس کے متعلق میرے استدلال بالکل غلط ہو سکتے ہیں۔اس کے طور طریق اس کے چال چلن کی مختلف طریقہ سے توجیہہ کی جاسکتی ہے۔پس جب میں کسی کو دیکھتا ہوں تو اس کے متعلق میری توجیہہ بالکل غلط ثابت ہوسکتی ہے۔لیکن اس سے کہیں زیادہ حصہ میں دیکھ نہیں سکتا کیونکہ وہ اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔میں اس کے ذہنی میلان، اس کے اندرونی احساسات، یا یہ کہ وہ اس وقت میرے متعلق یا کائنات کے متعلق کیا سوچ رہا ہے، اس کی اندرونی قابلیتیں جو ایک مدت کے بعد نشوونما پائیں گی، اس کے اندر کیا مر رہا ہے اور کیا زندہ ہو رہا ہے مجھے اس کا کوئی علم نہیں تو میں کس طرح تعریف کر سکتا ہوں۔

جب آپ لفظ حمد کو فاعلی طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کرتے ہیں تو بغیر کسی تردد کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ذات جو تعریف کر سکتی ہے وہ ربّ ہے۔اور وہ ذات جو قابل تعریف ہے صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

جب قرآن کریم سورہ فاتحہ میں بجائے اَحْمَدُاللّٰهَ کہنے کے جس کا مطلب ہے کہ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہتا ہے تو اس طرز بیان سے معانی کئی گنا زیادہ وسیع ہو جاتے ہیں اور آپ کے سامنے نئے باب کھلتے ہیں۔یعنی اس طرز بیان سے کہ بجائے اَحْمَدُ اللّٰهَ کہنے کے، قرآن کریم کہتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾۔

جب آپ کائنات کی نسبت سے کہتے ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ تو اس سے دو تعلقات ابھرتے ہیں۔ایک یہ کہ جو کچھ بھی خدا کے سوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے کیونکہ تمام تعریف کا مستحق خدا ہے اور چونکہ وہی تعریف کا مستحق ہے اس لئے اگر کوئی اس کی تعریف آخری حدوں تک کرنا چاہے تو ایسی کامل تعریف صرف وہی کر سکتا ہے جو اس کے سب سے زیادہ قریب ہے، جس نے اس کی صفات سے اس حد تک زیادہ سے زیادہ حصہ لیا ہے جس حد تک ایک انسان حصہ لے سکتا ہے۔اگر انسان خدا کی صفات اپنانے میں اپنی آخری حد تک خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے تو تمام انسانوں میں وہی شخص ہوگا جو فی الحقیقت خدا کی تعریف کر سکے گا اور اس نقطہ نظر سے جو شخص اپنے علم اور اپنی خوبیوں کی آخری حد تک اللہ تعالیٰ کی حمد کرے گا ایسا شخص عربی زبان میں احمد کہلائے گا۔یعنی وہ شخص جو اپنی قابلیت کی آخری حدوں تک حمد کرتا ہے اسے عربی زبان میں احمد کہیں گے۔اور اسکی تعریف پانے والے کو محمد کہیں گے۔

پس جب آپ لفظ احمد کو فاعلی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں تو خدا، حمد کا مفعول بن جاتا ہے۔پس اس کے خارج میں احمد ضرور ہونا چاہئے۔اگر اس کے خارج میں کوئی احمد نہیں تو حمد کا تعلق مخلوق سے کٹ جاتا ہے یعنی شعوری تعلق کٹ جاتا ہے۔حمد کے شعوری تعلق کے لئے خارج میں احمد کا ہونا ضروری ہے۔اور احمد ہیں آنحضرت ﷺ۔اور ان معنوں کے پیش نظر آپ کا ایک نام احمد ہے۔وہی ایک واحد انسان ہے جو حمد کے مقام کی بلند ترین چوٹی پر پہنچا جہاں سے وہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی کامل تعریف کر سکا اس لئے کہ حمد کے تحت صرف سچی تعریف ہوسکتی ہے۔یہ مقام اسے حاصل ہوسکتا ہے جو خدا کے قریب ترین پہنچا ہو جس نے اس کی صفات زیادہ سے زیادہ اپنائی ہوں، جو خود اس حد تک صدیق ہو کہ اس کے کسی لفظ میں مبالغہ شامل نہ ہو سکے۔یہ تمام خوبیاں حضرت محمد ﷺ میں جمع ہیں۔پس وہ احمد بن جاتا ہے اور حضرت احدیت یعنی واحد و یگانہ خدا، محمد بن جاتا ہے یعنی شعوری طور پر محمد۔...... چونکہ تعریف کرنے کا حق اللہ تعالیٰ کا ہے پس وہ صرف اس کی تعریف کرتا ہے جو اس تعریف کا مستحق ہے اور خدا نے کامل تعریف اس وجود کی کی جس نے خدا تعالیٰ کی کامل حمد کی۔کیونکہ ایک صفت اللہ تعالیٰ کی یہ ہے کہ وہ احسان کا بدلہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر یہ واضح فرماتا ہے وہ کسی کے پیش کئے ہوئے تحائف کو اپنے پاس نہیں رکھتا بلکہ بڑھا چڑھا کر واپس کرتا ہے۔پس جب اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی تعریف اس کی استعداد احمد کے تحت آنحضرت ﷺ سے لیں جو گہرے علم پر مبنی تھیں تو خدا نے ایک کنجوس آدمی کی طرح وہ اپنے پاس نہیں رکھیں کہ اب مجھے سب کچھ مل گیا جس کا میں خواہشمند تھا۔بلکہ خدا نے مزید خوبیوں کا اضافہ کرتے ہوئے ان تعریفوں کو واپس کر دیا۔جس کا مطلب ہے جو بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق میں احمد ہے وہ اپنی قابل تعریف خوبیوں میں ایک مقام پر ٹھہرا نہ رہے گا جس مقام پر وہ اللہ کی حمد کر رہا تھا۔مزید اضافہ کے ساتھ واپس کرنے کا مطلب ہے کہ خدا اس کی خوبیوں کو بڑھا دے گا اور اسے اور زیادہ قابل تعریف بنا دے گا۔پس جو بھی اللہ تعالیٰ کی سچی حمد کرے گا اور اس طرح احمد بن جائے گا وہ ساتھ ہی محمدؐ بھی بن جائے گا اس لئے کہ وہ تمام تعریفیں جو وہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر رہا تھا خدا انہیں واپس کر دے گا لیکن وہ ایک مُنْجَمِد مقام کی صورت میں محمد نہ بنے گا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ وہ حمد ویسے ہی لوٹا دے جیسے خدا کو پہنچی تھیں تو اس صورت میں یہ کوئی قابل تعریف بات نہ ہو گی۔اگر آپ کسی دوست سے ایک تحفہ وصول کریں اور پھر ویسا ہی تحفہ واپس اس کو دیدیں تو یہ ایک قسم کا تجارتی سودا ہوا نہ کہ ایک اعلیٰ تعلق والا تحفہ۔اس وجہ سے قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تمہیں کوئی تحفہ دے تو تم اس سے بہتر تحفہ اسے دو۔پس اگر اللہ تعالیٰ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے تو وہ خود کس طرح اس کے خلاف عمل کرے گا۔پس جب کوئی خارج میں یعنی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی حمد کو بڑھا کر واپس کرتا ہے تو اس کے لئے ایک ہی راستہ کھلا ہے کہ وہ اس کی خوبیوں میں اضافہ کر دے اور اس کے مقام کو بڑھا دے۔اور جب اس کا مقام بڑھے گا تو اس کی حمد میں بھی اضافہ ہوگا اور اس طرح اس کی حمد کی قامت اور ضخامت میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾۔(الضحیٰ:5) یعنی جب میں تمہاری تعریف کرتا ہوں تو تمہاری تعریف ایک مُنْجَمِد وجود کی طرح نہیں کرتا بلکہ میں تمہاری تعریف ایک مسلسل ترقی پذیر وجود کے طور پر کرتا ہوں۔تمہاری زندگی کا ہر لمحہ تمہاری زندگی کے گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے۔جب تم میری حمد کرتے ہو تو اس کے بدلہ میں تمہیں ہر طرح سے بہتر بناتا ہوں۔ایسا وجود ایک مقام پر نہیں ٹھہرتا بلکہ ترقی پر ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔پس اس سلسلہ میں جب آنحضرت ﷺ خدا سے تعریف پاتے ہیں تو آپ محمد ﷺ بن جاتے ہیں۔اس زاویہ سے دیکھتے ہوئے جو حقیقی احمد وجود میں آیا وہ آپ ﷺ ہی تھے۔احمدؐ آپ کا دوسرا صفاتی نام ہے۔

اور اگر ایک ہی دفعہ جب کوئی وجود محمد بنا یعنی حقیقی طور پر محمد، وہ اس وقت بنا جب آنحضرت ﷺ نے اپنے کامل مقام کو پالیا۔اور اللہ تعالیٰ محمد بنا اس وجود کے تعلق میں یعنی اس خَلق کے تعلق میں جس میں انسان پیدا ہوا۔آپ مقام محمد کو حاضر والی مخلوق میں محصور نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا وجود لامحدود ہے۔میں جب کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محمد بن گیا تو مجھے اس جملہ میں کچھ ترمیم کرنی ہوگی اور کہنا پڑے گا کہ جب اللہ تعالیٰ محمد بن گیا اس مخلوق کے تعلق میں جو ہمیں معلوم ہے۔اللہ تعالیٰ کامل طور پر محمد بنا صرف اس وقت جب محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے تعلق میں احمد بن گئے۔

باقی صفحہ نمبر۹ پر ملاحظہ فرمائیں

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز۔ربوہ

☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750

☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515

SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

خطبہ جمعہ

روزہ صرف اتنا نہیں ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے کھانا پینا چھوڑ دیا تو تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم ہو جائیں گے۔ روزہ کے ساتھ بہت ساری برائیوں کو بھی چھوڑنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی پہلے سے بڑھ کر کرنی ہوگی۔

(رمضا ن المبارک کی اہمیت،فضیلت ،غرض وغایت اور برکات کے متعلق قرآن مجید ، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے اہم نصائح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۱۵/اکتوبر ۲۰۰۴ء بمطابق ۱۵/اخاء ۱۳۸۳ء ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح،مورڈن،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔﴾ (سورة البقرہ آیات 184تا 186)

ان آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینہ کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم سہولت سے گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تم کو عطا کی تا کہ تم شکر کرو۔

کل سے انشاء اللہ تعالیٰ رمضان شروع ہو رہا ہے، بعض جگہ شروع ہو چکا ہے، میں نے سنا ہے یہاں بھی بعض لوگوں نے روزے رکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ بہرحال یہ مہینہ جہاں مومنوں کے لئے، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والوں کے لئے بے شمار برکتیں لے کر آتا ہے وہاں شیطان کے لئے یا شیطان صفت لوگوں کے لئے تکلیف کا مہینہ بھی بن جاتا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ شیطان کو اس مہینہ میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ جب مومن اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ تقویٰ پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اور شیطان کے حملے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے تو یہی چیز اس کے لئے تکلیف کا باعث بنتی ہے۔ اور شیطان کو جکڑنے کا یہ مطلب ہے کہ ایک اللہ کا بندہ اللہ کی خاطر جب جائز چیزوں سے بھی اپنے آپ کو روک رہا ہوتا ہے تو ناجائز باتوں سے جن کے بارے میں شیطان وقتاً فوقتاً اس کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے پھر اس سے کس قدر بچنے کی کوشش کرے گا۔ ورنہ تو جو مضبوط ایمان والے نہیں ہیں، جن کے دل میں رمضان میں بھی رمضان کا احترام پیدا نہیں ہوتا وہ تو رمضان میں بھی مکمل طور پر شیطان کے قبضے میں ہوتے ہیں۔ وہ تو رمضان میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہوتے ہیں۔ وہ تو رمضان میں بھی لوگوں کے حق مارنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور موقع ملے تو حق مارتے ہیں، تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔

غرض رمضان برکتوں والا مہینہ ہے ان لوگوں کے لئے جو خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ یہ برکتوں والا مہینہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے ہر اس نیکی کو بجالانے کی کوشش کرتے ہیں اور بجالا رہے ہوتے ہیں جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور ہر اس برائی کو چھوڑ رہے ہوتے ہیں جس کو چھوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ بلکہ بعض جائز چیزوں کو بھی ایک خاص وقت کے لئے اس لئے چھوڑ رہے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ روزوں کی فرضیت اور بعض چیزوں سے بھی پرہیز اس لئے ہے تا کہ تم تقویٰ میں ترقی کرو۔ اور تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ یہ ہے کہ گناہوں سے بچو، گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو اور اس طرح بچو جس طرح کسی ڈھال کے پیچھے چھپ کے بچا جاتا ہے۔ اور انسان جب کسی چیز کے پیچھے چھپ کر بچنے کی کوشش کرتا ہے تو اس میں ایک خوف بھی ہوتا ہے۔ جس حملے سے بچ رہا ہوتا ہے اس کے خوف کی وجہ سے وہ پیچھے چھپتا ہے۔ تو فرمایا کہ روزے رکھو اور روزے رکھنے کا جو حق ہے اس کو ادا کرتے ہوئے رکھو تو تقویٰ میں ترقی کرو گے۔ ورنہ ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تمہیں بھوکا رکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ تم نے جو غلطیاں اور گناہ کئے ہیں ان کے بدنتائج سے بچنے کے لئے میں نے ایک راستہ تمہارے لئے بنایا ہے تا کہ تم خالص ہو کر دوبارہ میری طرف آؤ۔ اور ان روزوں میں، رمضان میں روزہ رکھنے کا حق ادا کرتے ہوئے میری خاطر تم جائز باتوں سے بھی پرہیز کر رہے ہوتے ہو اور تمہاری اس کوشش کی وجہ سے مَیں بھی تم پر رحمت کی نظر ڈالتا ہوں اور شیطان کو جکڑ دیتا ہوں۔ تا کہ تم جس خوف کی وجہ سے روزہ رکھتے ہو اور روزہ رکھتے ہوئے اس ڈھال کے پیچھے آتے ہو، تقویٰ اختیار کرتے ہو تا کہ اس میں تم محفوظ رہو، اور تمہیں شیطان کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ تو فرمایا کہ یہ تقوی جو ہے، یہ ڈھال جو ہے، یہ شیطان کے حملوں سے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش جو ہے، یہ تمہارے روزے رکھنے کی وجہ سے تمہاری حفاظت کر رہی ہے۔ اس لئے ایک مجاہدہ کر کے جب تم اس حفاظت کے حصار میں آ گئے ہو تو اب اس میں رہنے کی کوشش بھی کرنی ہے۔ اب اس حصار کو، اس تقویٰ کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہے۔ اور جو پہلے ہی نیکیوں پر قائم ہوتے ہیں وہ روزوں کی وجہ سے تقویٰ کے اور بھی اعلیٰ معیار حاصل کرتے چلے جاتے ہیں اور ترقی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب پانے والے بنتے چلے جاتے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ روزہ صرف اتنا نہیں ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے کھانا پینا چھوڑ دیا تو تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ روزے کے ساتھ بہت ساری برائیوں کو بھی چھوڑنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی پہلے سے بڑھ کر کرنی ہوگی تبھی تقویٰ بھی حاصل ہوگا اور اس میں ترقی بھی ہوگی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:" روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالَم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو

یہ مدّنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو"۔ یعنی خدا تعالیٰ سے لَو لگانے کی طرف توجہ پیدا ہو اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو، دنیا کو چھوڑنے کی طرف توجہ ہو۔ "پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو جسم کی پرورش کرتی ہے، دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں"، یعنی حمد بھی کریں اور تسبیح بھی کریں اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بھی بیان کریں اور اسی کو سب کچھ سمجھنے والے ہوں "جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ102 جدید ایڈیشن)

تو فرمایا کہ روزوں کا تمہیں اس وقت فائدہ ہو گا جب جسمانی خوراک کم کر کے روحانی خوراک میں اضافہ کرو گے۔ صرف دنیا کی بے انتہا مصروفیتوں کے پیچھے نہ پڑے رہو۔ روزہ رکھ کے بھی سوائے یہ کہ صبح سحری کھالی اور پھر دنیاوی کاموں اور دھندوں میں مصروف ہو گئے۔ ورنہ تو دنیا دار بھی صحت کے خیال سے یا فیشن کے طور پر خوراک کم کر دیتے ہیں۔ تمہاری خوراک کی کمی جسم کی خوبصورتی یا صحت کے پیش نظر نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ اور یہ رضا تبھی حاصل ہو گی جب اللہ تعالیٰ سے تعلق پہلے کی نسبت زیادہ ہو گا۔ اس کی تسبیح اور اس کو تمام قدرتوں کا مالک سمجھتے ہوئے اس کی طرف زیادہ جھکو گے۔ تبھی روزہ شیطان سے بھی بچا کر رکھے گا اور تقویٰ میں بھی بڑھائے گا۔ ورنہ جیسا کہ مَیں نے کہا، بے شمار لوگ ایسے ہیں، مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جن کے شیطان کھلے پھرتے ہیں، ان کو جکڑا نہیں جاتا اس لئے کہ وہ تقویٰ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کر رہے ہوتے اور ان کو کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوتا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تقویٰ کے معیار حاصل کرنے کے لئے، نیکیوں میں بڑھنے کے لئے اور شیطان سے بچنے کے لئے، جو یہ ٹریننگ کورس ہے یہ کوئی اتنے لمبے عرصے کے لئے نہیں ہے کہ تم پریشان ہو جاؤ کہ اتنے دن ہم بھوکے پیاسے کس طرح رہیں گے۔ فرمایا کہ سال کے چند دن ہی تو ہیں۔ سال کے 365 دنوں میں سے صرف 29 یا 30 دن ہی تو ہیں۔ اتنی تو قربانی تمہیں کرنی ہو گی اگر تم شیطان سے محفوظ رہنا چاہتے ہو۔ اور نہ صرف شیطان سے محفوظ رہو بلکہ اللہ فرماتا ہے کہ میری رضا بھی حاصل کرو۔ اگر تم چاہتے ہو اور یہ خواہش ہے کہ میری رضا حاصل کرو، میرا قرب پانے والے بنو۔ فرمایا کہ جو لوگ مریض ہوں یا سفر پر ہوں، کیونکہ بیماری بھی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے، مجبوری کے سفر بھی کرنے پڑ جاتے ہیں تو پھر جو روزے چھوٹ جائیں ان کو بعد میں پورا کرو۔ تو یہ سہولت بھی اللہ تعالیٰ نے اس لئے دی کہ فرمایا کیونکہ تم میری طرف آنے کے لئے، میرے سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ایک کوشش کر رہے ہو، ایک مجاہدہ کر رہے ہو، اس لئے مَیں نے تمہاری بعض فطری اور ہنگامی مجبوریوں کی وجہ سے تمہیں یہ چھوٹ دے دی ہے کہ سال کے دوران جو چھٹے ہوئے روزے ہوں وہ کسی اور وقت پورے کر لو۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں یہ چھوٹ تمہیں تمہاری اس کوشش کی قدر کرتے ہوئے دے رہا ہوں جو تم باقی دنوں میں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہوئے میرا قرب پانے کے لئے میری خاطر کر رہے ہو۔ فرمایا کیونکہ یہ سب تمہارا عمل میری خاطر ہو رہا ہے اس لئے اگر تم عارضی طور پر بیمار ہو یا بعض سفروں اور مجبوری کی وجہ سے کافی روزے چھوٹ رہے ہیں اور مالی لحاظ سے اچھے بھی ہو تو فدیہ بھی دے دو یہ زائد نیکی ہے۔ اور بعد میں سال کے دوران روزے بھی پورے کر لو۔ اور جو مستقل بیمار ہیں یا عورتیں ہیں مثلاً دودھ پلانے والی ہیں یا جن کے پیدائش ہونے والی ہے وہ کیونکہ روزے نہیں رکھ سکتیں اس لئے ایسے مریضوں کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق فدیہ دینا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: "صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے۔ ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کے روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ صرف فدیہ کا خیال اباحت کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ322 جدید ایڈیشن)۔ یعنی ایک ایسا اجازت کا رستہ کھل جائے گا اور ہر کوئی اپنی مرضی سے تشریح کرنی شروع کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو 'صرف' کا لفظ استعمال کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بعد میں روزے کی طاقت رکھتے ہوں اگر وہ فدیہ دے دیں تو یہ زائد نیکی ہے۔ بعد میں روزے بھی پورے کر لئے اور فدیہ بھی دے دیا۔ اور جو رکھ ہی نہیں سکتے اور رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے لئے فدیہ ہے۔ کیونکہ اس بارے میں کہ فدیہ کس طرح ہے اس میں مختلف مفسرین نے مختلف تشریحیں کی ہوئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو طاقت رکھتے ہیں وہ بہر حال فدیہ دے دیں اور جو عارضی مریض ہیں وہ بھی۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے۔ اور ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی! یہ تیرا مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ، یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا طاقت بخش دے گا"۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ563 جدید ایڈیشن)۔ تو فرمایا جن کو روزہ رکھنے میں عارضی روکیں پیدا ہو رہی ہیں اگر وہ فدیہ دیں تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہی توفیق بھی دے سکتا ہے۔ فدیہ بھی دیں اور ساتھ دعا بھی کریں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ: "اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت (روزے) رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے"۔ یعنی گناہ ہے "کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، نہ اپنی مرضی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔" یعنی اس کی تشریحیں نہ کی جائیں۔ "اس نے تو یہی حکم دیا ہے کہ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (سورۃ البقرہ آیت185)۔ اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو"۔ فرمایا کہ: "مَیں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔ چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں اور میں نے روزہ نہیں رکھا۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 67-68 جدید ایڈیشن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 321 جدید ایڈیشن)

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ضرورت سے زیادہ سختی اپنے اوپر وارد کرتے ہیں یا وارد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کل کا سفر کوئی سفر نہیں ہے اس لئے روزہ رکھنا جائز ہے۔ آپؑ نے یہی وضاحت فرمائی ہے کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ زبردستی اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا جائے بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی جائے اور اپنی طرف سے تاویلیں اور تشریحیں نہ بنائی جائیں۔ جو واضح حکم ہیں ان پر عمل کرنا چاہئے۔ اور یہ بڑا واضح حکم ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ تو برکت اسی میں ہے کہ تعمیل کی جائے نہ کہ زبردستی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے۔

سیٹلائٹ

ایک روایت میں آتا ہے: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے رمضان کے مہینے میں سفر کی حالت میں روزہ اور نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھو۔ اس پر اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا اَنْتَ اَقْوٰی اَمِ اللّٰہ؟ یعنی تو زیادہ طاقتور ہے یا اللہ؟ یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مریضوں اور مسافروں کے لئے رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کو بطور صدقہ ایک رعایت قرار دیا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ تم میں سے کسی کو کوئی چیز صدقہ دے پھر وہ اس چیز کو صدقہ دینے والے کو واپس لوٹا دے''۔ (المصنف للحافظ الکبیر ابی ابکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی الجزء الثانی صفحہ 565 باب الصیام فی السفر)۔ تو یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ مل رہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہدایت دی کہ قرآن جو کہ ایک کامل اور مکمل شرعی کتاب ہے، اس مہینے میں اتاری گئی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال جتنا قرآن نازل ہوا ہوتا تھا رمضان میں اس کی دوہرائی کرواتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے جو رمضان تھا اس میں دو دفعہ دوہرائی کروائی گئی۔ تو بتایا کہ اس میں ایک عظیم ہدایت ہے اس لئے تم بھی اس مہینے میں اس کو غور سے پڑھا کرو۔ ویسے تو پڑھنا ہی ہے لیکن اس مہینے میں خاص طور پر اس طرف توجہ دو، اس کی تلاوت کرو، اس کا ترجمہ پڑھو۔ اور جہاں جہاں درس کا انتظام ہے وہاں لوگ درس بھی سنیں۔ کیونکہ بعض باتوں کا ہر ایک کو پتہ نہیں لگ رہا ہوتا۔ تو تمہیں اس کا گہرا فہم، ادراک اور سمجھ بوجھ حاصل ہو گی۔ اور تمام اموراور تمام احکامات کی وضاحت ہو گی جن کو تم اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکتے ہو۔ دوسری آیت میں بھی دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ روزے رکھو اور مسافر اور مریض ان دنوں میں روزے نہ رکھیں اور بعد میں پورے کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اور جو تم پر اس کے انعامات ہیں ان کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکو، اس کے شکر گزار بندے بنو اور یہ شکر گزاری بھی تمہیں نیکیوں میں بڑھائے گی اور تقویٰ میں بڑھائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ''﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرۃ :186) سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے''۔ نفس امارہ بدی کی طرف مائل کرنے والا نفس ہے۔ اس سے دوری حاصل ہو جاتی ہے۔ ''اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 561-562 جدید ایڈیشن)

فرمایا: پس روزہ رکھنے اور قرآن پڑھنے اور عبادت کرنے سے دل روشن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے قریبی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ نمازیں جو ہیں وہ نفس کو پاک کرتی ہیں۔ ان دنوں میں نمازوں پر بھی خاص طور پر زور دو تا کہ نفس مزید پاک ہوں۔ اور روزے سے دل کو روشنی ملتی ہے۔ اور دلوں کی روشنی یہ ہے (آپؑ نے فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا قریبی تعلق پیدا ہو جاتا ہے گویا کہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کی ذات کے لئے ہوتا ہے سوائے روزوں کے۔ پس روزہ میری خاطر رکھا جاتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور روزے ڈھال ہیں۔ اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ شہوانی باتیں اور گالی گلوچ نہ کرے اور اگر اس کو کوئی گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو اسے جواب میں صرف یہ کہنا چاہئے کہ مَیں تو روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے روزہ داروں کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ طیب ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جو اسے خوش کرتی ہیں۔ ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اور دوسرے جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہو گا۔''

(بخاری کتاب الصوم باب فضل الصوم)

تو اس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میری خاطر رکھا جاتا ہے۔ تو جو کام اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا جائے اس میں دنیا کی ملونی ہو نہیں سکتی۔ اور جو کام اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا جائے اس کا اظہار لوگوں کے سامنے یا ان سے تعریف کروانے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کوشش ہوتی ہے کہ نیکی چھپی رہے۔ اور جب وہ لوگوں سے چھپ کر نیکی کر رہا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی جزا ہو جاتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ حفاظت کا ایک ایسا مضبوط ذریعہ ہے جس کے پیچھے چھپ کر تم اپنے آپ کو شیطان کے حملوں سے محفوظ کر سکتے ہو اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ روزے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرو اور برائیوں سے اور لڑائی جھگڑوں سے بھی بچو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی تمہیں گالی بھی دے تو غصے میں نہ آؤ، طیش میں نہ آؤ بلکہ کہو کہ میں روزہ دار ہوں۔ رمضان میں ہر احمدی اگر یہ عہد کرے کہ ہر لیول (Level) پر گھروں میں بھی، ماحول میں بھی، باہر بھی اور دوستوں میں بھی اس کے مطابق عمل کرنا ہے تو اسی ایک بات سے کہ گالی کا جواب نہیں دینا، لڑنا جھگڑنا نہیں میں سمجھتا ہوں کہ آدھے سے زیادہ جھگڑے ہمارے معاشرے کے ختم ہو سکتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو جو خوشیاں ملنی ہیں ان کے ساتھ سب سے بڑی یہ خوشی ہے۔ فرمایا کہ وہ اس روزے کی وجہ سے اپنے ربّ کا قرب حاصل کرے گا۔ تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ روزے کے بعد یہ عمل جاری رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہو گا اور ہوتا رہے گا ورنہ تو یہ عارضی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں کہا کہ روزے میں، رمضان میں میرا قرب حاصل کرو اس کے بعد جو مرضی کرتے رہو بلکہ جو نیکیاں اختیار کرو ان کو پھر مستقل اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ '' اعمال کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے حضور سات طرح ہے۔ دو عمل ایسے ہیں جن کے کرنے سے دو چیزیں واجب ہو جاتی ہیں اور دو عمل ایسے ہیں جن کا ان کے برابر ہی اجر ہوتا ہے۔ اور ایک عمل ایسا ہے جس کا دس گنا اجر ہوتا ہے۔ اور ایک عمل ایسا ہے جس کا سات سو گنا اجر ہوتا ہے۔ اور ایک ایسا عمل ہوتا ہے جس کو بجالانے کا اجر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہیں''۔

وہ عمل جن سے دو چیزیں واجب ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتا ہو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے کہ وہ اس کا شریک ٹھہراتا ہو تو اس کے لئے جہنم واجب ہو جائے گی۔ اور جو برا عمل کرے گا اس کو اتنی ہی سزا ملے گی۔ اور جس نے نیکی کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اسے کر نہ سکا تو اسے نیکی کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔ اور جو کوئی نیکی بجالایا تو اسے دس گنا اجر ملے گا۔ اور جس نے اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اس کے خرچ کردہ درہم اور دینار سات سو گنا بڑھا دیئے جائیں گے۔ اور فرمایا کہ روزہ ایک ایسا عمل ہے جو اللہ عزوجل کی خاطر کیا جاتا ہے اور روزہ رکھنے والے کا اجر صرف اللہ عزوجل کو ہی معلوم ہے۔

(الترغیب و الترهیب ۔کتاب الصوم ۔الترغیب فی الصوم مطلقا......)

تو جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اس کی جزا میں خود ہوں جتنا چاہے اللہ تعالیٰ بڑھا دے۔ سات سو گنا بتا کر یہ بتا دیا کہ اس سے بھی زیادہ جزا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ روزہ دار اپنے اندر ایک انقلابی تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس پر جب قائم رہنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر یہ سلسلہ ہے جو جزا کا چلتا چلا جاتا ہے۔

''حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری روز مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: 'اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہوا چاہتا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنے فرض کئے ہیں۔ اور اس کی راتوں کو قیام کرنا نفل ٹھہرایا ہے.......... هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ کہ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔ ......اور جس نے اس میں کسی روزہ دار کو سیر کیا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا کہ اسے جنت میں داخل ہونے سے پہلے کبھی پیاس نہ لگے گی۔ (صحیح ابن خزیمہ کتاب الصیام ۔باب فضائل شهر رمضان)

تو یہاں اس بات کی مزید وضاحت بھی ہو گئی کہ اس مہینے کے روزے ایک تو فرض ہیں اس لئے بہانے بازی کوئی نہیں اور دوسرے صرف بھوکے نہیں رہنا بلکہ عبادتوں میں بڑھنا ہے۔ راتوں کو بھی عبادت کے لئے کھڑے ہونا ہے۔ تبھی ان اجروں کے وارث بنیں گے، ان کو حاصل کرنے والے ہوں گے اور اس

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

جنت میں داخل ہونے والے ہوں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے شعبان کے آخری روز خطاب فرمایا اور فرمایا (یہ اسی روایت میں مزید باتیں شامل کی ہوئی ہیں اور ان میں زائد باتیں یہ ہیں) جو شخص کسی بھی اچھی خصلت کو رمضان میں اپناتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو اس کے علاوہ جملہ فرائض کو ادا کر چکا ہو۔ اور جس شخص نے ایک فریضہ اس مقدس مہینے میں ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہوگا جس نے ستر فرائض رمضان کے علاوہ ادا کئے۔ اور رمضان کا مہینہ صبر کرنے کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر جنت ہے اور یہ مواساۃ اور اخوت کا مہینہ ہے۔ اور یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کو برکت دی جاتی ہے یعنی بھائی چارے، محبت، ہمدردی، غم خواری کا مہینہ ہے۔ تو صبر ہر لحاظ سے ہونا ضروری ہے۔ یہ صبر کرنے کا مہینہ ہے۔ تو صبر کس طرح ہوا۔ روزہ رکھ کے ہم خوراک کے لحاظ سے بھی صبر کرتے ہیں۔ نفسانی خواہشات کے لحاظ سے بھی صبر کرتے ہیں۔ لوگوں کے رویوں پر خاموش رہنے کے لحاظ سے بھی صبر کرتے ہیں۔ اپنے حق کے مارے جانے پر خاموش رہنے پر بھی صبر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لڑنا جھگڑنا نہیں ہے۔ اور اس میں یہ حکم ہے کہ لوگوں سے ہمدردی، غمخواری اور درگزر کا سلوک کرنا ہے تو تبھی اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا، تبھی اس سے برکتیں حاصل ہوں گی۔ اور اس وجہ سے اس صبر اور ہمدردی کی وجہ سے، ظلم پر خاموش رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہاں روحانی ترقی عطا فرمائے گا وہاں فرمایا کہ دنیاوی رزق میں بھی برکت ڈالے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رمضان کے شروع ہونے کے بعد ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ’’اگر لوگوں کو رمضان کی فضیلت کا علم ہوتا تو میری امت اس بات کی خواہش کرتی کہ سارا سال ہی رمضان ہو‘‘۔ اس پر بنوخزاعۃ کے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی! ہمیں رمضان کے فضائل سے آگاہ کریں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا ’’یقیناً جنت کو رمضان کے لئے سال کے آغاز سے آخر تک مزین کیا جاتا ہے پس جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش الٰہی کے نیچے ہوائیں چلتی ہیں‘‘۔ (الترغیب و الترهیب ،کتاب الصوم ،الترغیب فی صیام رمضان..)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف دیکھتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف دیکھتا ہے تو پھر اسے کبھی بھی عذاب نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر روز ہزاروں لاکھوں افراد کو جہنم سے نجات دیتا ہے۔ پس جب رمضان کی 29 ویں رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ رمضان کی گزشتہ 28 راتوں کے برابر لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ (الترغیب والترهیب ۔کتاب الصوم ۔الترغیب فی صیام رمضان)

یہاں اس حدیث میں ہے وَاِذَا نَظَرَ اللّٰہُ اِلٰی عَبْدٍ لَمْ یُعَذِّبْہُ اَبَدًا۔ تو یہاں عَبْد کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو کامل فرمانبردار ہو، اس کی طرف جھکنے والا ہو، اس کی عبادت کرنے والا ہو۔ فرمایا کہ جب میرے ایسے بندے ہوں گے، جب ایک دفعہ میں ان کو اپنی پیار کی چادر میں لپیٹ لوں گا تو پھر انہیں کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی انہیں جنتوں کا وارث ٹھہرائے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو حقیقی عبد بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

طبرانی الاوسط میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرما رہے تھے: رمضان آ گیا ہے اور اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے مقفل کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو اس میں زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔ ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جس نے رمضان کو پایا اور اس سے بخشا نہ گیا۔ اور وہ رمضان میں نہیں بخشا گیا تو پھر کب بخشا جائے گا۔

(الترغیب والترهیب ۔کتاب الصوم ۔الترغیب فی صیام رمضان)

تو اس سے پہلی حدیث کی بھی مزید وضاحت ہوگئی کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام تر ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں جن سے ایک انسان اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بھی بن سکے پھر بھی اگر وہ عبد نہیں بنتا، رمضان سے فیض نہیں اٹھاتا، اس کی عبادت کرنے والا، اس کے احکامات پر عمل کرنے والا، نیکیوں کو پھیلانے والا نہیں بنتا، تو فرمایا کہ پھر اس پر صرف افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اس پر ہلاکت ہے کہ ان تمام سامانوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باوجود بھی اپنے آپ کو نہ بخشوا سکا۔ پس اس بخشش کے حصول کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معیار قائم کرنے ہوں گے، ان کو ادا کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور اپنا محاسبہ نفس کرتے ہوئے رکھے۔ اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ رمضان کی کیا کیا فضیلتیں ہیں تو تم ضرور اس بات کے خواہشمند ہوتے کہ سارا سال ہی رمضان ہو‘‘۔ (الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب ، کتاب الصوم باب فی فضل رمضان)

جو پہلی حدیث میں فرمایا تھا کہ ہزاروں اور لاکھوں کو بخش دے گا اس کی یہاں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ روزے ایمان کی حالت میں اگر ہوں گے۔ روزے بھی رکھ رہے ہو گے اور ایمان کی حالت میں رکھ رہے ہو گے، جو رکھنے کا حق ہے وہ ادا کر رہے ہو گے، اپنے نفس کا محاسبہ بھی کر رہے ہو گے، اپنے آپ کو بھی دیکھ رہے ہو گے، یہ نہیں کہ صرف دوسروں کی برائیوں پہ نظر ہو بلکہ اپنا بھی جائزہ لے رہے ہو گے، اللہ تعالیٰ کے خاص بندے بننے والے ہو گے تو پھر برکتوں سے فیض پانے والے ہو گے۔

نضر بن شیبان کہتے ہیں کہ مَیں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ آپ مجھے ایسی بات بتایئے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہاں مجھے سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ’’اللہ تبارک وتعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنا تم پر فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا ہے۔ پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اس میں روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو‘‘۔ یعنی بالکل معصوم بچے کی طرح۔ (سنن نسائی ۔کتاب الصیام باب ذکر اختلاف یحی بن ابی کثیر و النضر بن شیبان فیه)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ایک ڈھال اور آگ سے بچانے والا ایک مضبوط قلعہ ہے۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل جلد 2صفحہ 402مطبوعہ بیروت)

یہ قلعہ تو ہے لیکن اس ڈھال کے پیچھے اور اس قلعہ کے اندر کب تک اس قلعے میں حفاظت ہوتی رہے گی، کب تک محفوظ رہو گے اس کی وضاحت ایک اور روایت میں کر دی کہ جب تک اس کو جھوٹ یا غیبت کے ذریعے سے پھاڑ نہیں دیتے۔ تو رمضان میں روزوں کی جو برکتیں ہیں اسی وقت حاصل ہوں گی جب یہ چھوٹی چھوٹی برائیاں بھی جو بعض بظاہر چھوٹی لگ رہی ہوتی ہیں، آدمی معمولی سمجھ رہا ہوتا ہے ہر قسم کی برائیاں بھی ختم نہیں کرتے۔ ان میں بہت بڑی برائی جو ہے جس کو آدمی محسوس نہیں کرتا وہ جھوٹ ہے۔ اگر جھوٹ بول رہے ہو تو اس ڈھال کو پھاڑ دیتے ہو۔ لوگوں کی غیبت کر رہے ہو چغلیاں کر رہے ہو، پیچھے بیٹھ کے ان کی باتیں کر رہے ہو تو یہ بھی تمہارے روزے کی ڈھال کو پھاڑنے والی ہیں۔ تو روزہ اگر تمام لوازمات کے ساتھ رکھا جائے تو ڈھال بنے گا۔ ورنہ دوسری جگہ فرمایا پھر تو یہ روزہ صرف بھوک اور پیاس ہی ہے جو آدمی برداشت کر رہا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں روزے کو تمام شرائط کے ساتھ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر روزے رکھنے والے ہوں نہ کہ دنیا کے دکھاوے کے لئے۔ کوئی نفس کا بہانہ ہمارے روزے رکھنے میں حائل نہ ہو اور اس مہینے میں اپنی عبادتوں کو بھی زندہ کرنے والے ہوں۔ اللہ توفیق دے۔ اور جب نیکیوں کے

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

راستے پر اس رمضان میں چلیں یہ بھی اس رمضان میں دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ نیکیاں رمضان کے ختم ہونے کے ساتھ ختم نہ ہو جائیں بلکہ ہمیشہ ہماری زندگیوں کا حصہ بنی رہیں۔ اور ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے پیاروں میں شامل ہو، اس کا پیار حاصل کرنے والا ہو اور ہمیشہ اس کی پیار کی نظر ہم پر پڑتی رہے۔ اور یہ رمضان ہمارے لئے، جماعت کے لئے غیر معمولی فتوحات لانے والا ہو۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

اب میں یو۔کے۔ کی جماعت کے لئے چند باتیں مختصراً کہنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ دنوں میں مَیں نے چند شہروں کا دورہ کیا تھا جس میں برمنگھم کی مسجد کا افتتاح بھی ہوا۔ بریڈفورڈ کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا، یہ پلاٹ انہوں نے بڑی اچھی جگہ لیا ہے پہاڑی کی چوٹی پہ ہے، نیچے سارا شہر نظر آتا ہے۔ پلاٹ اتنا بڑا نہیں ہے لیکن امید ہے تعمیر کے بعد اس میں کافی نمازیوں کی گنجائش ہو جائے گی۔ Covered ایریا یہ زیادہ کر لیں گے۔ پھر ہارٹلے پول کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، یہ بھی اچھی خوبصورت جگہ ہے لیکن یہاں جماعت چھوٹی ہے اور اب کچھ تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ بڑے عرصے سے تو چند مقامی لوگ تھے۔ اسائلم لینے والے بھی اب وہاں گئے ہیں لیکن ان لوگوں کی ابھی کوئی خاص آمدنی نہیں ہے۔ اور انہوں نے انشاء اللہ تعالیٰ مسجد بنانی ہے۔ مسجد کا نقشہ بنیادی پلان بڑا خوبصورت ہے۔ ڈاکٹر حمید خان صاحب مرحوم نے اس بارے میں کافی کوشش کی تھی کہ وہاں مسجد بنے۔ پلاٹ وغیرہ لینے میں ان کی کافی ہمت اور مدد رہی آخر دم تک وہ اس کے لئے کوشش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے اور درجات بلند فرمائے۔ اب جب مَیں نے وہاں پوچھا کہ مسجد بنا رہے ہیں تو رقم کی وجہ سے وہ اس کا نقشہ کچھ چھوٹا کرنا چاہتے تھے۔ مَیں نے انہیں کہا ہے کہ رقم کی وجہ سے نقشہ چھوٹا نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن مجھے امیر صاحب نے سفر میں بتایا کہ کسی وقت میں انصار اللہ یو۔کے۔ نے (یادداشت سے ہی بتایا تھا کوئی معین نہیں تھا۔ اب پتہ نہیں ابھی تک معین کیا ہے کہ نہیں)۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہارٹلے پول میں ہم انصار اللہ مسجد بنائیں گے۔ اگر کیا تھا تو ٹھیک ہے اس کو پورا کریں۔ اور اگر نہیں بھی کیا تو اب میں یہ کام انصار اللہ یو۔کے۔ کے سپرد کر رہا ہوں کہ انہوں نے وہاں انشاء اللہ مقامی لوگوں کی جس حد تک مدد ہو سکے کرنی ہے اور یہ جو اصل بنیادی نقشہ ہے اس کے مطابق مسجد بنانی ہے۔ اس مسجد پہ تقریباً پانچ لاکھ پونڈ کا اندازہ خرچ ہے۔ تو انصار اللہ نے کس طرح پورا کرنا ہے وہ اپنا پلان کر لیں اور کمر ہمت کس لیں۔ بہر حال ان کو مدد کرنی ہوگی۔ وہاں جماعت بہت چھوٹی سی ہے۔

اور پھر بریڈفورڈ میں تقریباً جو ان کا اندازہ ہے 1.6 ملین یا 16 لاکھ پاؤنڈ کا (اگر میں صحیح ہوں اور یادداشت ٹھیک ہے) تو وہاں کافی بڑی مسجد بن جائے گی۔ گو کہ وہاں کاروباری لوگ کافی ہیں اور مجھے امید ہے وہ اپنے ذرائع سے کافی حد تک جلدی اکٹھے کر کے مسجد مکمل کر لیں گے لیکن ہو سکتا ہے کچھ سستی ہو جائے۔ بعض وعدے کرتے ہیں پورے نہیں کر سکتے۔ بعض مجبوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو ان کی مدد کے لئے خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ یو۔کے۔ کے ذمہ میں ڈالتا ہوں کہ یہ بھی ان کی مدد کریں اور یہ اس علاقے میں ایک بڑا اچھا وسیع جماعت کا منصوبہ ہے جو مجھے امید ہے جماعت کی وسعت کا باعث بنے گا۔ وہاں اس کے لئے وہ بھی ان میں کچھ حصہ ڈالیں۔ اور لجنہ ہمیشہ قربانیاں کرتی رہی ہے۔ یہاں بیت الفضل ہے اس کے لئے بھی لجنہ نے ہی رقم اکٹھی کی تھی جو پہلے برلن مسجد کے لئے تھی پھر بعد میں بیت الفضل میں استعمال ہوئی۔ تو یو۔کے۔ کی لجنہ کو اس بارے میں کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ میری خواہش ہے کہ یہ دونوں مساجد ایک سال کے اندر اندر مکمل ہو جائیں، انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس رمضان میں دعاؤں اور قربانی کے جذبے کے ساتھ اس طرف بھی توجہ دیں اور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔

بقیہ: درس سورة الفاتحہ از صفحہ نمبر ۴

اور آپ فی الحقیقت احمد بنے جب آپ نے مخلوق کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی کامل تعریف کی۔ اس لحاظ سے سورة فاتحہ کی اس پہلی آیت میں مکمل کلمہ پایا جاتا ہے۔ یعنی لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا ذکر اس آیت ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ میں ملتا ہے۔ نہ صرف ذکر بلکہ اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ جیسے ہم آگے بڑھیں گے ہمارے سامنے معانی کے نئے باب کھلتے چلے جائیں گے۔

یہ سورة لامتناہی سورة ہے جس کی پہلی آیت کے معانی بھی کبھی ختم نہ ہو سکیں گے۔ آپ سورہ فاتحہ کی آیات کے سمندر میں لامتناہی سفر کر سکتے ہیں۔ کبھی کنارہ نہ آئے گا۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کے مختلف معانی

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ایک اور اشارہ کرتی ہے۔ جب آپ لفظ حمد کا اطلاق رب پر کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اگر آپ واقعی قابل تعریف وجود بننا چاہتے ہیں تو آپ کو ربّ بننا پڑے گا۔ اس لئے کہ ربوبیت کے بغیر آپ کسی تعریف کے مستحق نہیں۔ اللہ تعالیٰ تعریف کا مستحق ہے اس لئے کہ وہ رب ہے۔ پس اگر آپ تعریف کے مستحق ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو دوسروں کے لئے رب بننا پڑے گا۔ جس کا مطلب ہے کہ جب بھی آپ کسی چیز کے ساتھ تعلق قائم کریں آپ اسے سنوارنا شروع کر دیں۔ جب بھی کوئی چیز آپ سے تعلق جوڑے وہ سدھرنی شروع ہو جائے۔ آپ کسی چیز کو لے لیں تو اسے بدتر حالت میں نہ چھوڑیں بلکہ اسے بہتر حالت میں کر دیں۔ یہ ہے صفت ربوبیت۔ اگر آپ اس صفت کو اپنا لیں تو آپ دوسری مخلوق کے مقابلہ میں اس کے رب بن جائیں گے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ مشرقی ممالک میں اس صفت کا فقدان ہے۔ مثال کے طور پر جب وہ ایک خوبصورت سیر و تفریح کے مقام پر پکنک کے لئے جاتے ہیں تو اسے نہایت گندی حالت میں چھوڑ کر آتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس جگہ سے محظوظ نہ ہو سکے۔ حالانکہ اگر وہ تعریف کا مستحق بننا چاہتا تو وہ خود اس فلاسفی کو جانتا ہے کیونکہ دن میں کم از کم پانچ وقت وہ بار بار کہتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کہ حمد کا مستحق صرف وہی وجود ہے کہ جب وہ کسی سے تعلق جوڑتا ہے تو اسے سنوارنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن جب آپ کسی جگہ جاتے ہیں تو آپ اسے بگاڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر وہ چیز یا وہ جگہ اپنی پہلی خوبیاں کھونے لگے تو آپ اپنے آپ کو رب کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ پس آپ تعریف کے مستحق نہیں۔

اگر اس خوبی کا اطلاق انسان کی اندرونی قدروں پر کیا جائے تو اس کا مطلب بنے گا کہ اگر آپ تعریف کے مستحق بننا چاہتے ہیں تو کم از کم آپ اپنے رب ہی بنیں۔ جیسا کہ ہر کوئی خود پسند ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے آپ کو سنوارنا شروع کرو۔ اگر اپنے باہر نہیں کر سکتے ہو تو کم از کم اپنے اندر ہی سدھارنے اور سنوارنے کا عمل شروع کرو۔ اگر آپ اپنے آپ کو سنوارتے چلے جائیں تو اگرچہ آپ محمدؐ نہ بن سکیں آپ فی الحقیقت محمود بن جائیں گے۔ محمود اس قدر ٹھوس لفظ نہیں جیسا کہ لفظ محمدؐ ہے لیکن حقیقی محمود بننے کا مطلب ہے کہ آپ اپنی خوبیوں کو بڑھانا شروع کر دیں تا کہ ہر نئے دن آپ بہتر وجود ہوں۔ اور چونکہ یہ حمد ہے اس لئے یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ لوگ آپ کے بڑھتے ہوئے اوصاف کو خراج تحسین پیش کریں۔ اگر آپ اپنے آپ کو مسلسل سنوارتے جائیں گے تو صرف اس وقت آپ محمود بن سکیں گے۔ کیونکہ حمد کا مطلب ہے ایسی خوبی جو دوسروں کے اعتراف کی محتاج نہیں۔ پس ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کا ایک یہ بھی مطلب ہے۔

ایک دوسرے معنے کی رو سے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کا مطلب ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ رب ہے اور وہ ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے تو جب وہ اپنی مخلوق سے کسی قسم کا بھی تعلق رکھے گا وہ تعلق تعریف کا مستحق ہوگا۔ اس میں کوئی ایسا جزو نہ ہوگا جو اس تعلق کو کسی قسم کا ضرر پہنچا سکے۔ اس لئے آپ دوسروں کے ساتھ ایسا تعلق قائم کریں اور اس تعلق میں ایسا کردار ادا کریں جو تعریف کا مستحق ہو۔ یہاں یہ معنے ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کے۔ پس جب بھی آپ کسی کے ساتھ کوئی تعلق پیدا کریں تو آپ کا وہ تعلق تعریف کا مستحق ہونا چاہئے اور کبھی بھی وہ ملامت کا باعث نہ بنے کہ یہ کسی معروف درجہ سے کم رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم بار بار کہتا ہے۔ ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ﴾ (المومنون: 97) اگرچہ کسی نے آپ کے ساتھ برا سلوک کیا ہو آپ اس سے بہتر سلوک کریں۔ کیونکہ ربوبیت کے معنے ہیں ایسا تعلق جو تعریف کا مستحق ٹھہرے ورنہ اور کس طرح ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ درست ٹھہرے گا۔ امید ہے آپ اس نکتہ کو پوری طرح سمجھ گئے ہونگے کیونکہ انسانی تعلقات پر یہ ایک نیا نکتۂ نگاہ ہے۔ میں یہاں پھر دہراتا ہوں کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کا مطلب ہے عالمین کی ربوبیت۔ یعنی جو کچھ معلوم ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق اور یہ تعلق بذات خود تعریف کا مستحق ہے۔ اس کا کوئی جزو ایسا نہیں جس کی وجہ سے اس تعلق کو ملامت کا نشانہ بنایا جا سکے۔

پس اگر فی الحقیقت تعریف کے مستحق بننا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے تمام تعلقات میں تعریف کا مستحق ہونا چاہئے اور تعریف بھی اعلیٰ ترین درجہ پر ہو ورنہ آپ قابل تعریف نہ ٹھہریں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک کرتا ہے تو اس کے جواب میں آپ کا ردعمل یہ ہونا چاہئے کہ آپ اس کے ساتھ اپنی اعلیٰ ترین قابلیتوں کے ساتھ سلوک کریں۔ یہ ہے ایک خوبصورت انداز میں مطلب رب العالمین ہونے کا۔ یعنی رب العالمین تعریف کا مستحق ہے۔

اگر آپ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ موضوع بہت جگہ اٹھایا گیا ہے اور اسے خوبصورت مثالوں سے تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات فوراً سمجھ آجاتی ہیں کہ انکا تعلق اس آیت رب العالمین کے ساتھ ہے۔

میں اس بات پر اس قدر زور کیوں دے رہا ہوں؟ وجہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ قرآن کریم کی ماں ہے اور کہا جاتا ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیات میں سے ہر آیت کے تابع کم از کم قرآن کریم کا ساتواں حصہ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ قرآن کریم کے کم از کم ساتویں حصہ آیات کی جڑیں سورة فاتحہ کی ایک آیت میں ہیں۔ اس لئے آپ کو یہ اسلوب سیکھنا چاہئے کہ کس طرح ایک آیت کے ذریعہ قرآن کریم کے مطالب تک رسائی ہو سکتی ہے۔ جب آپ آیات کا تفصیلی تجزیہ کریں گے تو قرآن کریم کی کئی آیات جو مختلف جگہ پائی جاتی ہیں آپ ان کا جوڑ فوراً سورہ فاتحہ کی آیات کے ساتھ ملانے لگیں گے۔

اس کی ایک مثال میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ جب آپ کہتے ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ تو وہ آیت جو کہتی ہے ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ﴾ اس کی جڑیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ میں پائی جاتی ہیں۔

اسی طرح بہت سی دوسری آیات کی جڑیں ﴿اَلْحَمْدُ

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ میں پائی جائیں گی۔مثلاً علیم کی جڑ لفظ رب میں پائی جاتی ہے اور اس طرح لفظ عالم میں بھی جو اس آیت کا حصہ ہے۔

عَالَمْ کے معنی

جب آپ کہتے ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تو عالَم کے دو معنے ہیں اور ان دو معانی سے آگے کئی اور معانی روشن ہوتے جائیں گے۔

عَالَمْ کا ایک معنی ہے ایسی چیز جس کے ذریعہ آپ کسی اور وجود تک پہنچ سکیں مثلاً سنگ میل یا سائن بورڈ آپ کی رہنمائی آپ کی منزل مقصود تک کر سکتا ہے اور آپ کو صحیح سمت بتا سکتا ہے یا یہ بتا سکتا ہے کہ آپ غلط راستے پر ہیں۔

عَالَمْ کا مطلب ہے ایسی چیز جس کی مدد سے آپ اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اور جس کی مدد سے آپ اپنا فاصلہ ماپ سکتے ہیں کہ کس حد تک آپ اپنی منزل مقصود کے قریب پہنچ گئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ساری کائنات کو عَالَمْ کہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کرتی ہے۔مخلوقات کے کسی حصہ کو آپ کسی بھی زاویہ سے دیکھیں اگر آپ عقلمند ہیں تو وہ ضرور آپ کی راہنمائی اللہ تعالیٰ کی طرف کرے گا۔اگر نہیں تو آپ کہیں بھی نہ پہنچ سکیں گے۔یہ مطلب ہے جب قرآن کریم کہتا ہے۔﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُوْلِی الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾۔(آل عمران:191-192)۔زمین و آسمان کی پیدائش میں صرف عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں اگر وہ کائنات پر غور کریں۔یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی۔اور وہ کیا کہتے ہیں؟﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ﴾(آل عمران:192)۔اے ہمارے رب تیری کائنات اور تیری خلقت پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ سب کچھ تو نے پیدا کیا ہے اور تو نے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا کیونکہ ہم مخلوق میں تیری تعریف کی چھاپ دیکھتے ہیں،خوبی کی چھاپ ،بھلائی کی چھاپ۔چونکہ اس میں بھلائی کی چھاپ ہے اور اچھی چیزیں ردّی میں پھینکنے کے لئے پیدا نہیں کی جاتیں۔﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ﴾ (آل عمران:192)۔یہ ایک غیر معقول نتیجہ ہوگا کہ آپ ایک ایسی چیز کو دیکھیں جس میں ہر ایک بھلائی کی خوبی پائی جائے مگر آپ نتیجہ یہ نکالیں کہ یہ ردّی میں پھینکنے کے لئے پیدا کی گئی ہے ،بے مقصد پیدا کی گئی ہے۔پس بھلائی کی خوبی ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ کسی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے اور چونکہ ایک چیز کسی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے تو اس کا کوئی با مقصد پیدا کنندہ ہونا چاہئے۔پس یہ چیزیں خالق کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ لفظ عالم کا مطلب ہے ایسی چیز جو تمہیں تمہاری منزل مقصود تک لے جانے کا ذریعہ ہے۔اس کی طرف جو ان چیزوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے جو براہ راست دکھائی نہیں دیتا لیکن جب آپ غور کرتے ہیں ، جب آپ دماغ لڑاتے ہیں تو آپ کی رہنمائی اس کی طرف ہو جاتی ہے۔ان معنوں میں حضرت مسیح موعودؑ نے لفظ عَالَمْ کی تشریح فرمائی ہے۔آپ اپنی ایک دلکش نظم میں فرماتے ہیں۔ ؎

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

یہ ساری نظم دراصل لفظ عَالَمْ کی تفسیر ہے کہ یہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

دوسرے معنوں کی روشنی میں لفظ عالَم کے معنے ہیں وہ چیزیں جو معلوم ہیں۔کوئی بھی چیز جس کا ہمیں علم ہے۔عَالَمْ کے ان دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی کئی صفات آیت ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے ابھریں گی۔اور عظیم الشان معانی کے نئے باب آپ کے سامنے کھلیں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گے۔

حضور نے فرمایا: یہ آیت ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پیدا کیا جو اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔اور چونکہ اس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور وہ اس خَلْق میں ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے اس لئے ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتی ہے تعریف کی مستحق ہے۔اور جو چیز خدا تعالیٰ کی طرف رہنمائی نہیں کرتی وہ اسی حد تک تعریف سے محروم ہو جاتی ہے۔باوجود اس حقیقت کے کہ یہ اپنی ذات میں تعریف کی مستحق ہے اگر یہ خدا کی طرف رہنمائی نہیں کرتی یا لوگوں کو گمراہ کرتی ہے تو ایسی چیز ان معنوں میں تعریف کی مستحق نہیں۔وجہ یہ کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ میں پہلے ہی سے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ کسی چیز کو اگر تعریف کا مستحق بننا ہے تو اسے خدا کی طرف رہنمائی کرنی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر تعریف کا مستحق ہے۔

مگر افسوس ہے کہ جہاں تک کائنات کا تعلق ہے اگرچہ یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتی ہے یہ اسے دیکھنے والے کا قصور ہے کہ اس کی خدا کی طرف رہنمائی نہیں ہوتی۔لیکن جیسا کہ میں نے کہا افسوس یہ ہے کہ جہاں تک انسان کا تعلق ہے وہ بجائے خدا کی طرف رہنمائی کرنے کے بعض دفعہ ان اقدار کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو خدا کی بجائے دوسروں میں پائی جاتی ہیں۔مثلاً وہ فرضی اقدار کی طرف لے جاتا ہے ،انکی طرف رہنمائی کرتا ہے جو خدا کے خلاف کھڑے ہیں۔جب انسان اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے تو وہ عَالَمْ نہیں رہتا وہ کائنات سے باہر چلا جاتا ہے۔پھر اس کا کوئی مقصد نہیں رہتا۔وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اس لئے بنایا تھا کہ وہ خدا کی طرف رہنمائی کرے۔ انسان کائنات کی بلند ترین چوٹی ہے لیکن بعض دفعہ وہ ایسے کام کر رہا ہوتا ہے کہ وہ اپنی نفی آپ کر رہا ہوتا ہے۔

ایک اور پہلو سے عَالَمْ کا مطلب ہے معلوم چیزیں۔ان معنوں کو شروع کرنے سے پہلے ہم دوبارہ پہلے معنوں کی طرف جاتے ہیں۔اگر کوئی چیز اللہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے تو اس کا مطلب ہے دوسری کوئی باشعور ذات بھی ہونی چاہئے۔کیونکہ اگر کوئی ایسی ذات نہیں تو پھر کوئی چیز کس طرح اس کی طرف رہنمائی کرے گی؟ پس اس آیت میں پیدائش کا مقصد بھی بیان کیا گیا ہے۔اگر اللہ رب العالمین ہے تو اسے ضرور کچھ پیدا کرنا چاہئے تھا جس سے اس کی طرف رہنمائی ہو سکے ورنہ یہ کائنات اپنے آدھے مقصد سے محروم رہے گی۔اگر کائنات ہے اور دوسری طرف اللہ کا وجود ہے تو یہ کائنات عَالَمْ کہلانے کی مستحق نہ تھی جب تک کوئی باشعور مخلوق نہ ہوتی۔صرف باشعور مخلوق کی رہنمائی خدا کی طرف ہو سکتی ہے۔یہ امر ظاہر کرتا ہے کہ اللہ صرف غیر شعوری چیزوں کا ہی ربّ نہیں بلکہ وہ ہمیشہ سے باشعور مخلوق کا بھی رب رہا ہے۔اس لئے کہ بغیر باشعور مخلوق کا رب ہوئے لفظ عالم کائنات پر اطلاق نہ پا سکتا اور یہ کائنات اپنا مقصد کھو بیٹھتی۔پس اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے باشعور زندگی پیدا کرتا رہا ہے اور یہ تعلق خدا اور مخلوق کے ساتھ ایک مستقل تعلق ہے۔

جب ہم اس کائنات کے بارہ میں سوچتے ہیں تو بیجا ناز کرتے ہیں کہ ہم اعلیٰ درجہ کی باشعور مخلوق ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اس آنی جانی دنیا کی گزرتی ہوئی حالت میں ہم محض ایک چھوٹا سا نشان ہیں۔ایسا چھوٹا نشان جو نظر بھی نہیں آتا اور بے حیثیت ہے اور جب اسے ازل اور ابد کے سامنے رکھا جائے تو کچھ بھی نہیں۔لیکن اللہ رب العالمین ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کے تحت اگر آپ ماضی میں جائیں اور اپنا خیال دوڑائیں، جہاں تک دوڑا سکتے ہیں،تو آپ ہمیشہ ایسی حالت پائیں گے جہاں اللہ تعالیٰ باشعور مخلوق کا خالق تھا۔اس کے بغیر کائنات بے معنی ہو جائے گی۔مزید برآں اللہ تعالیٰ معلوم چیزوں کا خالق ہے یعنی معلوم کائنات کا۔کائنات دو طرف سے معلوم ہے۔ایک کنارے پر اللہ ہے اور دوسرے کنارے پر اس کی مخلوق ہے۔ہم بھی کائنات کو جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی کائنات کو جانتا ہے لیکن حقیقت میں کائنات تعریف کی مستحق ہے صرف اس نسبت سے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور وہ اسے پوری تفصیل کے ساتھ جانتا ہے۔کائنات کے متعلق ہمارا علم ناقص ہے۔نتیجۃً انسان اپنی ترقی کے ہر درجہ پر کائنات کے بارہ میں برعکس بیان دیتا رہا ہے۔کہ یہ کائنات بے مقصد ہے ،یہ بھدی کائنات ہے، یہ بے معنی کائنات ہے اور یہ کہ یہ سارے نظام میں ٹھیک طور سے نہیں بیٹھتی وغیرہ وغیرہ۔مگر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب انسان نے زیادہ علم حاصل کر لیا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ خدا کی خلق نہیں تھی جو ناقص تھی۔بلکہ اس کا ان چیزوں کے بارے میں اپنا علم ناقص تھا۔

اگر ہم ’’ معلوم‘‘ معنے کو دیکھیں تو جب ہم اس کا اطلاق اللہ کی طرف کرتے ہیں تو اس پر مکمل معنے اطلاق پاتے ہیں یعنی یہ فی الحقیقت کائنات بن جاتی ہے۔ایک ایسی چیز جو پوری طرح سے معلوم ہے۔لیکن جب ہم اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی باشعور مخلوق پر کرتے ہیں تو اس پر اضافی معنوں کا اطلاق ہوتا ہے۔تب نہ صرف ایک عالَم بلکہ فوراً کروڑوں عالَم وجود پکڑ لیتے ہیں۔جہانتک اللہ تعالیٰ کی ہستی کا تعلق ہے اس کے لئے صرف ایک عالَم ہے، اپنی مکمل صورت میں۔اس میں کوئی تفریق نہیں تمام عالم لامکان اور لازمان ہے۔ایک معلوم چیز اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ ،اپنی تمام گہرائیوں کے ساتھ ،اپنے تمام پہلوؤں سے معلوم۔

وحدتِ خداوندی خَلْق میں وحدت کی متقاضی ہے۔لیکن خَلْق میں وحدت اس صورت میں سمجھ آ سکتی ہے جب اسے خدا کے کائنات کے علم سے تعلق سے دیکھا جائے ورنہ نہیں۔جب آپ خَلْق کو مخلوق کی نظر سے دیکھیں تو عَالَمْ ایک عَالَمْ نہیں رہتا بلکہ بہت سے عَالَمِيْن ہو جاتے ہیں۔مثال کے طور پر Ameeba کا عالَم یعنی بنیادی خلیہ کی مخلوقات یا گندگی کے کیڑے ان کی زندگی اور موت کی ساری دنیا اس گندگی کے دائرے میں گھومتی ہے پس وہ گندگی ان کا عالم ہے۔کسی کو اجابت ہوتی ہے تو اس کے بول و براز میں ہزاروں جراثیم ہوتے ہیں جو اسی جگہ جیتے اور مرتے ہیں یہ انکا عالَم ہے اس طرح بے شمار عالمین ہیں۔

❁❁❁❁❁

Jalebe

اعلیٰ معیار کی ضامن

چناب سویٹس

ہمارے ہاں ہر قسم کی مٹھائیاں، سموسے، پکوڑے
آرڈر پر بھی تیار کئے جاتے ہیں۔
بلجیم، ہالینڈ کے لئے بڑے آرڈر پر سپلائی کا انتظام بھی موجود ہے

Chanab Sweets
Bieberer Str. 165-63179 Obertshausen
Germany
Tel: 06104 800612 Fax: 06104 409347
Mobile: 0162 8909960

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات ، فینسی سینڈلز ،
مردانہ سوٹ ، اچکن ، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)
Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

الہامی دعائیں

(رمضان کا مبارک مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے۔ ذیل میں ہم روزنامہ الفضل قادیان ۱۳؍دسمبر اور ۱۵؍دسمبر ۱۹۳۶ء میں طبع شدہ ایک مضمون ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعاؤں کا تذکرہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ احباب جماعت خصوصیت سے اس مہینہ میں ان دعاؤں سے استفادہ کریں گے) (مدیر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے موجودہ زمانہ میں اپنا تازہ کلام جو ایمانوں کی تازگی اور قلوب کی پژمردگی دور کرنے کے لئے نازل فرمایا اس میں جہاں جماعت احمدیہ کی ترقی اور دشمنانِ سلسلہ کی ذلت و رسوائی کے متعلق بیسیوں الہامات ہیں جنہیں زیر مطالعہ رکھنا ترقیٔ ایمان اور قوتِ عمل کے لئے ہر احمدی کے لئے ضروری ہے وہاں متعدد ایسی دعائیں بھی ہیں جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہاماً نازل فرمائیں۔ ان دعاؤں میں سے گو بعض ایسی ہیں جو قرآن مجید میں آ چکی ہیں مگر ان کا اکثر حصہ ایسا ہے جو براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا۔

چونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا ہے کہ "بَارَکَ اللّٰہُ فِی اِلْھَامِکَ وَوَحْیِکَ وَ رُؤیَاکَ"۔(تذکرہ صفحہ ۲۱۶) یعنی خدا تعالیٰ نے تیرے الہامات اور تیری وحی اور تیرے رؤیاء میں برکت رکھ دی ہے۔ اور پھر یہ بھی الہام ہے کہ "آسمان سے بہت دودھ اترا ہے۔ محفوظ رکھو"۔ (تذکرہ صفحہ ۲۰۱)۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان الہامی دعاؤں کو یکجا کر دیا جائے۔

احباب سے گزارش ہے کہ وہ ان دعاؤں کو یاد کرلیں اور اپنے بچوں کو بھی زبانی یاد کرا دیں تا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حاجات پیش کرتے وقت ان دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل زیادہ سے زیادہ جذب کرسکیں۔

الہامات میں بکثرت دعاؤں سے کام لینے کی تاکید

ان دعاؤں کو نقل کرنے سے پیشتر اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو الہامات نازل فرمائے ہیں ان میں اس امر کی بھی تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مومنوں کو کثرت سے دعاؤں سے کام لینا چاہئے۔ چنانچہ الہام ہے "اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ فَاعْبُدْنِیْ وَلَا تَنْسٰنِیْ وَاجْتَھِدْ اَنْ تَصِلَنِیْ وَاسْئَلْ رَبَّکَ وَکُنْ سَئُوْلًا"۔ (صفحہ ۳۶۹)۔ یعنی میں ہی خدا ہوں۔ میری پرستش کرو اور مجھے مت بھولو اور اس امر کی کوشش کرتے رہو کہ تمہیں میرا وصال اور قرب حاصل ہو جائے۔ اس کا ذریعہ یہ ہے کہ تم اپنے خدا سے دعائیں کرو۔ اور بار بار اور بکثرت دعائیں کرو۔

اسی طرح الہام ہے "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" (صفحہ ۵۹۹)۔ کہ مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔

پھر الہام ہوا "اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَان" (صفحہ ۸۱)۔ یعنی میں دعائیں کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارتے ہیں۔ ایک اور الہام ہوا "اِنَّہٗ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ" (صفحہ ۹۷) کہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو بہت سننے والا ہے۔ اسی طرح الہام ہوا "مَا یَعْبَأُ بِکُمْ رَبِّی لَو لَا دُعَآءُ کُمْ" (صفحہ ۲۰) کہ خدا کو تمہاری پروا ہی کیا ہے اگر تم اس سے دعائیں نہ کرو۔

ان الہامات سے اس تاکید کا پتہ چل سکتا ہے جو بکثرت دعائیں مانگنے کے متعلق جماعت احمدیہ کو کی گئی ہے۔ پس دعاؤں کی طرف ہماری جماعت کو خاص طور پر توجہ رکھنی چاہئے اور اس امر کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ دعا ایک ایسا کارگر حربہ ہے کہ نہ صرف زندہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں بلکہ مُردوں پر بھی اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا نزول ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً فرماتا ہے "قَدْ جَرَتْ عَادَۃُ اللّٰہِ اَنَّہٗ لَا یَنْفَعُ الْاَمْوَاتَ اِلَّا الدُّعَآء (صفحہ ۳۹۰)۔ کہ خدا تعالیٰ کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ مُردوں کو دعا کے سوا اور کوئی چیز نفع نہیں دیتی۔ پس ایسی چیز جس کا فائدہ نہ صرف زندوں کو ہے بلکہ مُردوں کو بھی ہے اس کی طرف جس قدر انسان کو توجہ رکھنی چاہئے وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہوسکتی۔

دعا کے آداب

لیکن دعاؤں کے متعلق بعض آداب بھی ہوتے ہیں اور اگر انسان انہیں اپنے مدنظر نہ رکھے تو بعض دفعہ ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ ان آداب میں سے تین کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بھی آتا ہے جن کا ذکر اس تسلسل میں ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے

پہلا ادب جو دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بیان کیا گیا ہے، یہ ہے کہ انسان دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے مایوس نہ ہو بلکہ خواہ بظاہر یہی نظر آتا ہو کہ دعا قبول نہیں ہورہی پھر بھی دعاؤں میں لگا رہے۔ اس امر کی طرف توجہ دلانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے یہ الہام نازل فرمایا "لَا تَیْئَسُوْا مِنْ رَوْحِ اللّٰہ"۔ (صفحہ ۴۸۷) کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔

ایک اور الہام ہے "لَا تَیْئَسْ مِنْ رَوْحِ اللّٰہِ۔ اَلَا اِنَّ رَوْحَ اللّٰہِ قَرِیْب" (صفحہ ۴۸) کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کی رحمت تمہارے بالکل قریب ہے۔

پھر الہام ہے "أَتَقْنَطُ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ الَّذِیْ یُرَبِّیْکُمْ فِی الْاَرْحَامِ" (صفحہ ۶۲۳) کیا تم خدا تعالیٰ کی رحمتوں سے ناامید ہوتے ہو حالانکہ خدا وہ ہے جو تمہاری رحموں میں پرورش کرتا ہے۔

پس دعا کرتے ہوئے کبھی مایوسی اور ناامیدی کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دینا چاہئے۔

دعا میں تکرار

دوسرا ادب دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگے تو اس کے متعلق صرف ایک یا دو یا تین بار دعا نہ کرے بلکہ مسلسل اور متواتر دعا مانگتا چلا جائے۔ اس کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ اس انسان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ابر برسے گا اور وہ اپنی مراد کو پہنچ جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔

تو در منزل ما چو بار بار آئی
خدا ابر رحمت بارید یا نے

(صفحہ ۶۰۵)

یعنی اے میرے بندے تو چونکہ میری فرودگاہ میں بار بار آتا ہے اس لئے اب تو خود دیکھ لے کہ تجھ پر رحمت کی بارش ہوتی ہے یا نہ۔

پس دعا میں تکرار اور تسلسل کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

دعا انتہائی عجز کے ساتھ کی جائے

تیسرا ادب دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان نہایت اضطرار کے ساتھ دعا کرے یعنی جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حاجات پیش کررہا ہو تو اس کا سینہ ابل رہا ہو، اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں، اس کا کلیجہ باہر نکلنے کو ہو اور ایسی سوزش، ایسی تپش، ایسی آگ اور ایسی فروتنی اس کے اندر ہو کہ گویا اس کی جان ہی نکل رہی ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے دروازہ کو کھٹکھٹائے تو اس کے متعلق یہ الٰہی وعدہ ہے کہ وہ دعا ضرور سنی جاتی ہے۔ چنانچہ الہام ہے، "اَفَمَنْ یُّجِیْبَ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ قُلِ اللّٰہ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ" (صفحہ ۶۷۵)۔ کہ کون ہے جو ایک مضطر شخص کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے۔ تو کہہ دے وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اگر لوگ اس بات کو نہیں مانتے تو تو انہیں چھوڑ دے کہ وہ اپنی بیہودہ گوئیوں میں بھٹکتے پھریں۔

ان آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعائیں کرنی چاہئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الہامی دعاؤں کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ یہ وہ دعائیں ہیں جو موجودہ زمانہ کی مشکلات کے ارتفاع کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمائیں اور آپؑ پر الہام نازل کیا کہ ؎

دست تو دعائے تو ترحم زخدا

(صفحہ ۵۲۶)

کہ تیرے ہاتھ اٹھانے اور تیری دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے رحم کی بارش ہوتی ہے۔ پس یہ دعائیں جو "دعائے تو" کی ذیل میں آتی ہیں یقیناً ایسی ہیں کہ ان کا مانگنا "ترحم زخدا" کا انسان کو مستحق بنا دیتا ہے۔

☆......☆......☆

اب وہ دعائیں لکھی جاتی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہاماً نازل ہوئیں۔

پہلی دعا

"رَبِّ اَذْھِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَھِّرْنِی تَطْھِیْرًا" (صفحہ ۱۷)۔ (ترجمہ) اے میرے رب مجھ سے ناپاکی کو دور رکھ اور مجھے ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

دوسری دعا

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ"

(صفحہ ۳۱)

(ترجمہ): اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بڑی عظمت والا ہے۔ اے خدا محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر بڑی بڑی رحمتیں اور برکات نازل کر۔

اس دعا کے شانِ نزول کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورۂ یٰسین سنائی۔ جب تیسری مرتبہ سورۂ یٰسین سنائی گئی تو میں

Unique Frans Travel GmbH

یونیک فرانس ٹریول GmbH فرانکفورٹ، جرمنی

یونیک جماعت کے یونیک احباب کے لئے یونیق فرانس ٹریول GmbH آپ کی خدمت میں پیش پیش دنیا بھر میں کسی بھی جگہ خوشگوار فضائی سفر کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ سستی اور یقینی نشستوں کے حصول کے لئے ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اس ضمن میں ہم سے جلد اور فوری رابطہ کریں تا کہ پریشانی سے بچا جا سکے۔

نوٹ: ارزاں ٹکٹوں کے ساتھ ہمارے ہاں اکثر زبانوں میں ترجمہ (Uebersetzung) کی سہولت بھی موجود ہے۔ ہم آپ کی خدمت کے منتظر ہیں۔

Kaiser str . 64 Kaiserpassage 41 - 60329 Frankfurt / M
Tel: 069-24277977 + 069-24450992 = Fax : 069-230600

دیکھتا تھا کہ بعض عزیز میرے جواب وہ دنیا سے گزر بھی گئے دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے۔ اور مجھے ایک قسم کا سخت قولنج تھا اور بار بار دمبدم حاجت ہو کر خون آتا تھا۔ سولہ دن برابر ایسی حالت رہی اور اسی بیماری میں میرے ساتھ ایک اور شخص بیمار ہوا تھا وہ آٹھویں دن راہئ ملک بقا ہو گیا تھا۔ حالانکہ اس کے مرض کی شدت ایسی نہ تھی جیسی میری۔ جب بیماری کو سولھواں دن چڑھا تو اس دن بکلی حالت یاس ظاہر ہو کر تیسری مرتبہ مجھے سورۂ یٰسین سنائی گئی۔ اور تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا تب ایسا ہوا کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے: ‘سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ‘‘۔ اور میرے دل میں خدا نے یہ الہام کیا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ اور اپنے سینہ اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور مونہہ پر اس کو پھیر کہ اس سے تو شفا پائے گا۔ چنانچہ جلدی سے دریا کا پانی مع ریت منگوایا گیا اور میں نے اسی طرح عمل کرنا شروع کیا۔ جیسا کہ مجھے تعلیم دی تھی اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر تا اس حالت سے نجات ہو مگر جب وہ عمل شروع کیا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہر ایک دفعہ ان کلمات طیبہ کے پڑھنے اور پانی کو بدن پر پھیرنے سے میں محسوس کرتا تھا کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے۔ اور بجائے اس کے ٹھنڈک اور آرام پیدا ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ابھی پیالہ کا پانی ختم نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بیماری بکلی مجھے چھوڑ گئی اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے سویا۔ جب صبح ہوئی تو مجھے یہ الہام ہوا ،’’وَاِنْ کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ‘‘یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو جو شفا دے کر ہم نے دکھلایا تو تم اس کی نظیر میں کوئی اور شفا پیش کرو‘‘۔(تذکرہ صفحہ ۳۱،۳۲)

تیسری دعا

’’رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآء ‘‘(صفحہ ۴۶)

ترجمہ :اے میرے رب مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر۔

چوتھی دعا

’’رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن‘‘

(صفحہ ۴۶)

ترجمہ:اے میرے رب مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو خیرالوارثین ہے۔

پانچویں دعا

’’رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ‘‘(صفحہ ۴۶)

ترجمہ:اے میرے رب امت محمدیہ کی اصلاح کر۔

چھٹی دعا

’’رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَومِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الفَاتِحِیْن‘‘۔(صفحہ ۴۶)

ترجمہ:اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

ساتویں دعا

’’رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ‘‘(صفحہ ۴۸)

ترجمہ:اے میرے رب میرا صدق ظاہر کر دے۔

آٹھویں دعا

’’رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ وَ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ وَ سِرَاجاً مُّنِیْراً‘‘(صفحہ ۵۲)

ترجمہ:اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پکارنے والا اور ایک چمکتا ہوا چراغ ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔

نویں دعا

’’اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَق۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ مِنْ شَرِّغَاسِقٍ اِذَا وَقَب ‘‘۔(صفحہ ۸۲)

ترجمہ: کہہ میں شریر مخلوقات کی شرارتوں سے خدا کے حضور پناہ مانگتا ہوں اور اندھیری رات سے بھی خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔

دسویں دعا

’’رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُبَارَکاً حَیْثُ مَا کُنْتُ‘‘۔

(صفحہ ۹۹)

ترجمہ :اے میرے رب مجھے ایسا مبارک کر کہ جس جگہ بھی میں بود و باش اختیار کروں تیری برکت میرے ساتھ رہے۔

گیارھویں دعا

’’رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ لِی مِمَّا یَدْعُونَنِی اِلَیْہِ‘‘۔

(صفحہ ۱۰۲)

ترجمہ:اے میرے رب قید خانہ مجھے ان باتوں سے زیادہ محبوب ہے جن کی طرف لوگ مجھے بلاتے ہیں۔

بارھویں دعا

’’رَبِّ نَجِّنِیْ مِنْ غَمِّی‘‘(صفحہ ۱۰۲)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے میرے غم سے نجات بخش۔

تیرھویں دعا

’’ایلی ایلی لِمَا سَبَقْتَنِی‘‘(صفحہ ۱۰۲)

ترجمہ: اے میرے رب، اے میرے رب تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

چودھویں دعا

’’ایلِی ایلی لِمَا سَبَقْتَنِیْ اَیلِیْ اُوس‘‘(عبرانی دعا)

(صفحہ ۱۰۳)

ترجمہ: اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اے میرے اللہ مجھ پر انعام و اکرام فرما۔

پندرھویں دعا

’’ھُوَشَعْنَا‘‘ (عبرانی دعا) (صفحہ ۱۰۳)

ترجمہ:اے میرے خدا میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے نجات بخش اور مشکلات سے رہائی عطا فرما۔

سولھویں دعا

’’رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْن ‘‘

(صفحہ ۱۹۸ و ۳۶۹)

ترجمہ: اے خدا ہمارے گناہ معاف فرما کہ ہم خطا پر تھے۔

سترھویں دعا

’’رَبِّ اَرِنِی کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتیٰ ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَاءِ‘‘۔(صفحہ ۳۸۹)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مردہ کیونکر زندہ کرتا ہے۔ اے میرے رب آسمان سے اپنی بخشش اور رحمت نازل فرما۔

اٹھارھویں دعا

اصحاب الصفۃ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ وہ روتے ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود بھیجتے ہوئے کہیں گے’’رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیاً یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ۔ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْن‘‘۔(صفحہ ۲۳۳)

ترجمہ: اے ہمارے خدا ہم نے ایک منادی کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے۔ پس تو ہمیں بھی گواہوں میں لکھ لے۔

انجام آتھم میں یہ دعا اس طرح درج ہے:

’’رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیاً یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ۔ فَاٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْن‘‘۔(صفحہ ۴۱)

انیسویں دعا

’’رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ‘‘۔(صفحہ ۲۳۶)

ترجمہ: اے میرے رب میں مغلوب ہوں تو میرے دشمن سے انتقام لے۔

بیسویں دعا

’’رَبِّ اِنِّیْ مَظْلُوْمٌ فَانْتَصِرْ‘‘(صفحہ ۴۴۳)

ترجمہ: اے میرے رب مجھ پر ظلم کیا گیا ہے تو انتقام لے۔

اکیسویں دعا

’’رَبِّ اَصِحَّ زَوْجَتِی ھٰذِہٖ‘‘۔(صفحہ ۳۲۵)

ترجمہ: اے میرے خدا میری اس بیوی کو بیمار ہونے سے بچا اور اسے تندرست کر۔ دوسری دفعہ یہ دعا ان الفاظ میں نازل ہوئی کہ ’’اَصِحّ زَوْجَتِی ‘‘۔

(تذکرہ صفحہ ۳۷۷)

بائیسویں دعا

’’یا حَیُّ یَاقَیُّومُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْث۔ اِنَّ رَبِّیْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض‘‘۔(صفحہ ۳۲۸)

ترجمہ: اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور قیوم خدا تیری رحمت سے میں مدد چاہتا ہوں۔ میرا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔

تئیسویں دعا

’’رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا‘‘۔(صفحہ ۳۶۲)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے علم میں زیادتی عطا فرما۔

چوبیسویں دعا

’’رَبِّ اِنِّی اِخْتَرْتُکَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ‘‘۔

(صفحہ ۳۶۷)

ترجمہ : اے میرے رب میں نے تجھے ہر چیز پر اختیار کر لیا ہے۔

پچیسویں دعا

’’رَبِّ اَخِّرْوَقْتَ ھٰذا‘‘(صفحہ ۵۴۸)

ترجمہ: اے میرے رب اس کا وقت کچھ پیچھے ڈال دے۔

چھبیسویں دعا

’’اے میرے قادر خدا اس پیالہ کو ٹال دے‘‘

(صفحہ ۴۰۵)

ستائیسویں دعا

’’ اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہٖ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا‘‘۔(صفحہ ۴۰۵)

ترجمہ: اے خدا اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر اس زمین پر تیری پرستش کبھی نہ ہوگی۔

اٹھائیسویں دعا

’’رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَ انْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ‘‘۔(صفحہ ۴۲۰)

ترجمہ :اے میرے رب ہر ایک چیز تیری خدمت گزار ہے۔ اے میرے رب تو مجھے محفوظ رکھ، میری مدد فرما اور مجھ پر رحم کر۔

اس دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی‘‘۔

’’الحکم‘‘ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا’’یہ دعا ایک حرز اور

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS & COMMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, Employment .

Contact:

Muzaffar Mansoor, Solicitor & Expert Witness Asylum Cases

Robyn Lynch, Martin Chambers Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

تعویذ ہے‘‘۔ نیز فرمایا ’’میں اس دعا کو اب التزاماً ہر نماز میں پڑھا کروں گا۔ آپ بھی پڑھا کریں‘‘۔

(تذکرہ صفحہ ۴۲۰)

اُنتیسویں دعا

’’یَاحَفِیْظُ یَا عَزِیْزُ یَا رَفِیْقُ ‘‘۔(صفحہ ۴۵۳)

ترجمہ: اے بہت ہی حفاظت کرنے والے، اے غالب اور اے رفیق۔

ان اسماء الٰہیہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا اس کا علاج خداتعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اس کے ناموں کا ورد کیا جائے‘‘۔

تیسویں دعا

’’بِسْمِ اللّٰہِ الْکَافِی ، بِسْمِ اللّٰہِ الشَّافِی ، بِسْمِ اللّٰہِ الْغَفُوْرِ الرَّحِیْم، بِسْمِ اللّٰہ الْبَرِّ الْکَرِیْم ۔ یا حَفِیْظُ یا عَزِیْزُ یا رَفِیْقُ یا وَلِیُّ اِشْفِنِیْ‘‘۔(صفحہ ۴۸۵)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ مدد چاہتا ہوں جو کافی ہے۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ مدد چاہتا ہوں جو شافی ہے۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ مدد چاہتا ہوں جو غفور الرحیم ہے۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ مدد چاہتا ہوں جو احسان کرنے والا کریم ہے۔ اے حفاظت کرنے والے، اے غالب، اے رفیق اور اے ولی تو مجھے شفا دے۔

اس دعا کے متعلق لکھا ہے ’’حضرت اقدس کے دائیں رخسار مبارک پر ایک آماس سا نمودار ہوا جس سے بہت تکلیف ہوئی۔ حضور نے دعا فرمائی تو (مندرجہ بالا) فقرات الہام ہوئے۔ دم کرنے سے فوراً صحت حاصل ہوگئی۔ (تذکرہ صفحہ ۴۸۵)

اکتیسویں دعا

’’رَبِّ اِشْفِ زَوْجَتِیْ ھٰذِہٖ وَاجْعَلْ لَھَا بَرَکَاتٍ فِی السَّمَاءِ وَبَرَکَاتٍ فِی الْاَرْضِ‘‘۔

(صفحہ ۵۴۰)

ترجمہ: اے میرے رب میری بیوی کو شفا بخش اور اس کو آسمانی اور زمینی برکتیں عطا فرما۔

بتّیسویں دعا

’’رَبِّ اِنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ فَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا‘‘۔(صفحہ ۲۰۴)

ترجمہ: اے خدا میں مغلوب ہوں۔ میرا انتقام دشمنوں سے لے۔ اور ان کو اچھی طرح پیس ڈال۔

تینتیسویں دعا

’’رَبِّ لَا تَرِنِی زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃ رَبِّ لَا تَرِنِی مَوْتَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ‘‘۔(صفحہ ۵۴۲)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے قیامت کا زلزلہ نہ دکھلا۔ اے میرے رب ان میں سے کسی کی موت مجھے نہ دکھا۔

چونتیسویں دعا

’’رَبِّ اَرِنِیْ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃَ‘‘۔(صفحہ ۵۵۰)

ترجمہ: خدایا مجھے وہ زلزلہ دکھا جو اپنی شدت کی وجہ سے نمونۂ قیامت ہو۔

پینتیسویں دعا

’’ رَبِّ اَرِنِیْ اٰیَۃً مِّنَ السَّمَاءِ‘‘۔(صفحہ ۵۴۳)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے آسمان سے ایک نشان دکھا۔

چھتّیسویں دعا

’’رَبِّ سَلِّطْنِیْ عَلَی النَّارِ‘‘۔(صفحہ ۵۴۸)

ترجمہ: اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کردے۔

سینتیسویں دعا

’’یا اللہ رحم کر‘‘۔(صفحہ ۶۵۹)

اڑتیسویں دعا

’’رَبِّ اَخْرِجْنِیْ مِنَ النَّارِ‘‘۔(صفحہ ۶۶۹)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے آگ سے نکال۔

اُنتالیسویں دعا

’’اِشْفِنِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَارْحَمْنِیْ‘‘۔(صفحہ ۵۵۲)

ترجمہ: اے خدا مجھے اپنی طرف سے شفا بخش اور رحم نازل کر۔

چالیسویں دعا

’’ رَبِّ لَا تُضَیِّعْ عُمُرِیْ وَ عُمُرَھَا وَاحْفَظْنِی مِنْ کُلِّ اٰفَۃٍ تُرْسَلُ اِلَیَّ ‘‘۔(صفحہ ۵۵۲)

ترجمہ: اے میرے رب میری اور اس کی عمر کو ضائع نہ کر اور مجھے ان تمام آفات سے محفوظ رکھ جو میری طرف بھیجی جائیں۔

اکیالیسویں دعا

’رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَ کَاذِبٍ ۔اَنْتَ تَرٰی کُلَّ مُصْلِحٍ وَ صَادِقٍ‘‘۔(صفحہ ۵۱۰)

ترجمہ: اے میرے خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا۔ تو جانتا ہے کہ صادق اور مصلح کون ہے۔

بیالیسویں دعا

’’رَبِّ اَرِنِی اَنْوَارَکَ الْکُلِّیَّۃَ‘‘۔(صفحہ ۵۶۵)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے اپنے تمام انوار دکھا۔

تینتالیسویں دعا

’’رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْن‘‘۔

(صفحہ ۵۸۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش کہ ہم خطا پر تھے۔

چوالیسویں دعا

’’رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا ھُوَ خَیْرٌ عِنْدَکَ‘‘۔(صفحہ ۲۰۲)

ترجمہ: اے میرے خدا مجھے وہ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

پینتالیسویں دعا

’’اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ‘‘

(صفحہ ۲۰۴)

چھیالیسویں دعا

’’رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْن‘‘۔

(صفحہ ۲۰۹)

ترجمہ: اے میرے خدا اسلام پر مجھے وفات دے اور صالحین کے ساتھ مجھے ملا۔

سینتالیسویں دعا

’’ رَبِّ لَا تُبْقِ لِیْ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا‘‘۔

(صفحہ ۲۱۴)

ترجمہ: اے میرے رب میرے لئے رسوا کرنے والی چیزوں میں سے کوئی باقی نہ رکھ۔

اڑتالیسویں دعا

’’رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا‘‘۔(صفحہ ۶۲۵)

ترجمہ: اے میرے رب زمین پر کافروں میں کوئی باشندہ نہ چھوڑ۔

اُنچاسویں دعا

’’رَبِّ زِدْ فِیْ عُمُرِیْ وَ فِیْ عُمُرِ زَوْجِیْ زِیَادَۃً خَارِقَ الْعَادَۃِ‘‘۔(صفحہ ۳۸۰)

ترجمہ: اے میرے رب میری عمر میں اور میرے ساتھی کی عمر میں خارق عادت زیادتی فرما۔

پچاسویں دعا

’’رَبِّ احْفِظْنِی فَاِنَّ الْقَوْمَ یَتَّخِذُوْنَنِی سُخْرَۃً‘‘

(صفحہ ۶۲۶)

ترجمہ: اے میرے رب میری حفاظت کر کیونکہ قوم نے مجھے ہنسی اور تمسخر کی جگہ ٹھہرا لیا۔

اکیاونویں دعا

’’رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَھُمْ‘‘۔(صفحہ ۶۴۷)

ترجمہ: اے خدا ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں فیصلہ کر۔

باونویں دعا

’’یا اللہ اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے‘‘۔

(صفحہ ۶۵۳)

ترپنویں دعا

’’اے ازلی ابدی خدا مجھے زندگی کا شربت پلا‘‘۔

(صفحہ ۶۵۸)

چوّنویں دعا

’’اَصْلِحْ بَیْنِی وَ بَیْنَ اِخْوَتِی‘‘۔(صفحہ ۶۶۳)

ترجمہ: اے میرے خدا مجھ میں اور میرے بھائیوں میں اصلاح کر۔

پچپنویں دعا

’’رَبِّ اَرِنِیْ حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ‘‘ (صفحہ ۶۷۰)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

چھپنویں دعا

’’رَبِّ اجْعَلْنِی غَالِبًا عَلٰی غَیْرِی‘‘۔(صفحہ ۶۷۱)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے غیر پر غالب کردے۔

ستاونویں دعا

’’رَبِّ ارْحَمْنِی اِنَّ فَضْلَکَ وَ رَحْمَتَکَ یُنْجِی مِنَ الْعَذَابِ‘‘۔(صفحہ ۶۷۹)

ترجمہ: اے میرے رب مجھ پر رحم فرما کہ تیرا فضل اور تیری رحمت عذاب سے نجات دیتے ہیں۔

اٹھاونویں دعا

’’رَبِّ اَجْزِہٖ جَزَآءً اَوْفی‘‘۔(صفحہ ۶۷۵)

ترجمہ: اے رب اسے پوری پوری جزا دے۔

انسٹھویں دعا

’’رَبِّ ھَبْ لِیْ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً‘‘۔(صفحہ ۶۸۵)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے پاک ذریت عطا فرما۔

دعائیہ فقرات

یہ وہ دعائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں پائی جاتی ہیں اور جو دنیا کی بلاؤں مصیبتوں اور غموں سے نجات پانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔ ان کے علاوہ چار دعائیہ فقرات بھی ہیں۔ چنانچہ

پہلا دعائیہ فقرہ جو الہام کے ذریعہ نازل ہوا یہ ہے کہ:

’’اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے۔ اندھا ہونے اور مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے‘‘۔(صفحہ ۶۱۹)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’میرے دل میں ڈالا گیا کہ عبدالحکیم میرا نام رکھا گیا ہے‘‘۔

دوسرا دعائیہ فقرہ جو الہام کے ذریعہ نازل ہوا یہ ہے کہ:

’’اے میرے اہل بیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے‘‘۔(صفحہ ۶۴۸)

تیسرا دعائیہ فقرہ یہ ہے کہ:

’خدا قاتل تو باد و مرا از شر تو محفوظ دارد‘‘۔

(صفحہ ۵۹۸)

یعنی اے دشمن تو جو تباہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے خدا تجھے تباہ کرے اور تیرے شر سے مجھے محفوظ رکھے۔

چوتھا دعائیہ فقرہ یہ ہے کہ:

’’خدا تمہیں سلامت رکھے‘‘۔(صفحہ ۵۶۵)

شکر باری تعالیٰ

ان کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں ’’شکر باری تعالیٰ‘‘ کے موضوع پر مشتمل چند کلمات بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک طبعی بات ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشکلات سے یا بیماریوں آفات اور مصائب سے نجات پاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہے۔ اور گو ہر انسان اپنی زبان میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر کر سکتا ہے اور لوگ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہی رہتے ہیں۔ مگر الہام الٰہی نے جن الفاظ کا انتخاب کیا ہے وہ بے حد مؤثر ہیں اور ہمیں چاہئے کہ علاوہ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ان الفاظ سے بھی اپنی زبانوں کو تر رکھیں۔ وہ الہامات یہ ہیں:

☆......اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْحَزَنَ وَ اٰتَانِی مَا لَمْ یُؤتَ اَحَدٌ مِنَ الْعَالَمِیْن ۔

(صفحہ ۱۸۸ و ۶۰۷)

ترجمہ: اس خدا کی تعریف ہے جس نے میرا غم دور کیا اور مجھ کو وہ چیز دی جو اس زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔

☆...... ’’اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ النَّارِ ‘‘۔(صفحہ ۶۶۹)

ترجمہ: سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے مجھے آگ سے نکالا‘‘۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

”الفضل ڈائجسٹ“ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت مسیح موعودؑ کا حلم

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت طیبہ کے ایک روشن پہلو ”حلم و حوصلہ اور بردباری“ کے چند واقعات مکرم مظفر احمد شہزاد کے قلم سے ماہنامہ ”خالد“ جون ۲۰۰۴ء کی زینت ہیں۔

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں: ایک جلسہ میں ایک برہمو لیڈر حضرت سے کچھ استفسار کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بدزبان مخالف آیا اور اس نے حضرت کے بالمقابل نہایت دل آزار اور گندے حملے کئے۔ آپ منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے خاموش بیٹھے رہے گویا کچھ ہو نہیں رہا۔ برہمو لیڈر نے اسے منع کرنا چاہا مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ حضرت نے ان کو منع فرمایا کہ آپ اسے کچھ نہ کہیں۔ آخر وہ خود ہی بکواس کر کے تھک گیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ برہمو لیڈر بے حد متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ اسے آپ چپ کرا سکتے تھے، اپنے مکان سے نکال سکتے تھے اور آپ کے ادنیٰ اشارہ سے اس کی زبان کاٹی جاسکتی تھی مگر آپ نے اپنے کامل حلم اور ضبط نفس کا عملی ثبوت دیا۔

حضرت شیخ صاحبؓ کی ہی روایت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر بالمشافہ زبانی گندے حملے ہی نہ ہوتے تھے اور آپؑ کے قتل کے فتووں، منصوبوں اور اس کے لئے کوششوں کو ہی کافی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اخبارات اور خطوط میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ اور ایسے خطوط عموماً بے رنگ آپؑ کو بھیجے جاتے تھے۔ آپؑ ڈاک کا محصول اپنی گرہ سے ادا کر کے وہ خطوط وصول کرتے جن میں اول سے لے کر آخر تک گندی اور فحش گالیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ ان شریروں اور شوخ چشموں کیلئے دعا کر کے یہ خطوط ایک تھیلے میں ڈال دیتے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی روایت ہے ایک دفعہ محمود چار برس کا تھا جب انہوں نے دیاسلائی لے کر حضورؑ کے بعض مسودات کو آگ لگا دی۔ جب حضورؑ کا اس واقعہ کا علم ہوا تو مسکرا کر صرف اتنا کہا: ”خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوگی اور اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے“۔

حضرت عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ۱۳ر فروری ۱۹۰۳ء کو ایک ڈاکٹر صاحب لکھنؤ سے تشریف لائے۔ انہوں نے حضورؑ سے کچھ سوال وجواب کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے بیان میں شوخی، استہزاء اور بے باکی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کچھ پرواہ کئے بغیر ان کی باتوں کا جواب دیتے تھے۔

آپؑ دینی سائل کو خواہ کیسا ہی بے باکی سے بات چیت کرے اور گفتگو بھی آپ کے دعویٰ کے متعلق نہ ہو، بڑی نرمی اور تحمل سے جواب دیتے۔ ایک روز ایک ہندوستانی جس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا، آیا اور بڑی گستاخی سے باب کلام وا کیا۔ اور تھوڑی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا آپ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں اور میں نے ایسے مکار بہت دیکھے ہیں اور میں تو ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں۔ غرض ایسے بے باکانہ الفاظ کہے مگر آپکی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔

کسی کا کلام کیسا ہی بیہودہ اور بے موقعہ ہو اور کسی کا کوئی مضمون نظم میں یا نثر میں کیسا ہی بے ربط اور غیر موزوں ہو۔ آپ سننے کے وقت یا بعد خلوت میں کبھی نفرت اور ملامت کا ظہار نہیں کرتے تھے۔ بسااوقات بعض سامعین اس دلخراش لغو کلام سے گھبرا کر اٹھ گئے ہیں مگر آپؑ نے کبھی بھی ایسا کوئی اشارہ کنایہ نہیں کیا۔“

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت اقدسؑ نازک مضمون لکھ رہے ہیں۔ اور پاس ہنگامہ قیامت برپا ہے، بے تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں چیخ رہی ہیں، چلا رہی ہیں۔ مگر حضرت کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا۔ اتنے شور میں حضور کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔ مسکرا کر فرمایا: میں سنتا ہی نہیں تشویش کیا ہو۔ اور کیونکر ہو۔

مزید فرماتے ہیں: حضرت کا حوصلہ اور حلم میں نے سینکڑوں مرتبہ دیکھا ہے آپ تنہا بیٹھے لکھ رہے ہیں اور آپ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازے بند کر کے بیٹھا کرتے ہیں۔ ایک لڑکے نے زور سے دستک بھی دی اور منہ سے بھی کہا: ابا بوا کھول۔ آپؑ وہیں اٹھے ہیں اور دروازہ کھولا ہے۔ کم عقل بچہ اندر گھسا ہے اور ادھر ادھر جھانک کر الٹے پاؤں نکل گیا ہے۔ حضرت نے پھر معمولاً دروازہ بند کر لیا ہے۔ دو ہی منٹ گذرے ہوں گے جو پھر موجود اور زور زور سے دھکے دے رہے ہیں، اور چلا رہے ہیں۔ آپ پھر بڑے اطمینان سے اٹھے ہیں اور دروازہ کھول دیا ہے بچہ اب بھی سر اندر کر کے اور کچھ منہ میں بڑبڑا کے پھر الٹا بھاگ جاتا ہے۔ حضرت بڑے ہشاش بشاش دروازہ بند کر کے کام میں بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی پانچ منٹ گزرے ہیں تو بچہ پھر موجود۔ پھر وہی گرما گرمی۔ میں نے ایک دفعہ گنا کوئی بیس دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت کے منہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔

حضرت مولوی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں: ایک دفعہ آپؑ کو سخت دردسر ہو رہا تھا اور پاس حد سے زیادہ شوروغل برپا تھا۔ میں نے عرض کیا: جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی۔ فرمایا ہاں اگر چپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا: تو جناب کیوں حکم نہیں کرتے۔ فرمایا: آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں، میں تو کہہ نہیں سکتا۔ بڑی بڑی سخت بیماریوں میں آپ الگ ایک کوٹھڑی میں پڑے ہیں اور ایسے خاموش پڑے ہیں کہ گویا مزہ میں سو رہے ہیں۔ کسی کا گلہ نہیں کہ تو نے ہمیں کیوں نہیں پوچھا اور ہماری خدمت نہیں کی۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ہی کی روایت ہے کہ ”حضرت ایک شام سر درد سے بیمار ہوگئے لیکن جب مشتاقان زیارت ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے تو مجمع میں تشریف لائے۔ منشی عبدالحق صاحب لاہوری پنشنر نے کمال محبت اور رسم دوستی کی بناء پر بیماری کی تکلیف کی نسبت سے پوچھا اور کہا کہ آپ کا کام بہت نازک ہے۔ آپ کو چاہئے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال رکھیں اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کیلئے ہر روز تیار ہونی چاہئے۔ حضرت نے فرمایا ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتیں۔ اس پر منشی صاحب بولے: اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے۔ میرا یہ حال ہے کہ میں کھانے کے لئے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ممکن نہیں ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے۔ ورنہ ہم دوسری طرح خبر لیں۔ میں منشی صاحب کی اس بات پر خوش ہوا اس لئے کہ یہ بات بظاہر میرے محبوب آقا کے حق میں تھی۔ اس بناء پر میں نے منشی صاحب کی تائید کی کہ حضور کو بھی چاہئے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔ اس پر حضرت نے میری طرف دیکھا اور تبسم سے فرمایا: ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہئے۔

کانٹیکٹ لینز

ماہنامہ ”مصباح“ ربوہ مارچ ۲۰۰۴ء میں مکرمہ عنبر ثناء صاحبہ نے Contact Lenses کے بارہ میں معلومات مہیا کی ہیں جن کا استعمال تیزی سے بڑھتا جارہا ہے۔

لینز لگانے والوں کی بڑی تعداد ماہرین چشم کے مشورہ کے بغیر ان کا استعمال شروع کر دیتی ہیں۔ دراصل لینز لگانے کے لئے آنکھ میں نمی کا ہونا بہت ضروری ہے ورنہ لینز اپنی ساخت کھو دیتا ہے اور محرک ہونے کی وجہ سے اس کی رگڑ بڑھ جاتی ہے جو قرنیہ کے السر کا سبب بن سکتی ہے۔ لینز پلاسٹک کی مختلف اقسام سے حاصل ہونے والے ریشوں سے بنتے ہیں۔ کسی بھی قسم کا لینز دنوں یا ہفتوں تک لگانا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ آنکھ کے سامنے والے شفاف حصے قرنیہ کو مستقل آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اور لینز اس حصہ کو ڈھانپ دیتا ہے۔ تحقیق کے مطابق روزانہ استعمال کئے جانے والے لینز کے مقابلہ میں کئی دنوں یا ہفتوں تک استعمال کئے جانے والے لینز آنکھ کے لئے پندرہ گنا زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اور آنکھیں مسلسل دباؤ کا شکار رہتی ہیں۔

عمر خیام

عمر خیام کی رباعیات کے بارہ میں ہفت روزہ ”الفضل انٹرنیشنل“ ۷ ۲ر اگست ۱۹۹۹ء کے اسی کالم میں مختصر ذکر ہو چکا ہے۔ ماہنامہ ”تشحیذ الاذہان“ ربوہ مئی ۲۰۰۴ء میں مکرمہ مقصودہ پروین صاحبہ کے قلم سے عمر خیام کا تعارف شامل اشاعت ہے۔

عمر خیام اپنی رباعیات کی وجہ سے اتنا مشہور ہوئے کہ وہ محض ایک فلسفی شاعر کے طور پر ہی جانے جاتے ہیں حالانکہ وہ ایک اچھے حساب دان اور ستاروں کی نقل و حرکت کے علم کے ماہر تھے۔ آپ قریباً ۱۰۵۰ء میں خراسان میں ایک خیمہ بنانے والے خاندان میں پیدا ہوئے (قدیم فارسی میں خیمہ بنانے والے کو خیامی کہتے تھے)۔ ابتدائی تعلیم نیشاپور میں ہی حاصل کی۔ آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات بہت کم سامنے آئے ہیں۔ لیکن آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۰۷۴ء میں سلطنت بخارا کے سلجوق سلطان ملک شاہ جلال الدین نے مروجہ کیلنڈر کی اصلاح کے لئے جن تین ماہرین کو بلایا، اُن میں ایک آپ بھی تھے۔ آپ نے جو کیلنڈر ترتیب دیا اسے حاکم وقت کی نسبت سے تاریخ جلالی یعنی جلالی کیلنڈر کا نام دیا۔ اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ کیلنڈر دنیا میں مروج موجود کیلنڈر سے بھی زیادہ صحیح تھا۔ اسکے علاوہ آپ نے الجبرا اور جیومیٹری کے کئی پیچیدہ مسائل حل کئے۔ آپکی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی اور فارسی کے علاوہ آپ نے قدیم ہندوستان اور یونانی علوم کا بھی بھرپور مطالعہ کیا تھا نیز اپنے ہم عصر دانشور محمد الغزالی سے بھی استفادہ کیا تھا اور ابن سینا کی تحریروں کا بھی بھرپور اور گہرا مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے حساب، الجبرا، جیومیٹری، ستاروں کی حرکات اور فلسفے کے موضوع پر نہایت اعلیٰ پایہ کی کتب لکھیں جن کے کئی زبانوں میں تراجم کئے گئے۔

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۶ر مئی ۲۰۰۴ء کی زینت مکرم یعقوب امجد صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

یہ فیضِ نبوت کی برکت ہے ساری
کہ نورِ خلافت کا چشمہ ہے جاری
رسالت کی خادم، فضائل کی حامل
خلافت ہے ایک منصب کامگاری
خلافت کا بار امانت اٹھانا
حقیقت میں ہے حق خدمت گزاری

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 11 | Friday October 29, 2004 | Issue No. 44

مجلس انصاراللہ U.K. کے سالانہ اجتماع کا کامیاب انعقاد

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت شمولیت اور خطاب

اپنی اور اپنی نسلوں کی معاشرہ کے بداثرات سے حفاظت کی تلقین۔ مرکزی مجلس عاملہ سے لے کر زعامت تک کے تمام عہدیداران کو نظام وصیت میں شمولیت کی تحریک۔

مجلس انصاراللہ U.K. کا سالانہ روحانی وتربیتی اجتماع امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے بتاریخ 24-25 اور 26 ستمبر بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن منعقد ہوا۔

اجتماع کی تیاری کے لئے مکرم چوہدری رفیق احمد جاوید صاحب ناظم اعلیٰ اجتماع کی نگرانی میں ایک کمیٹی نے بڑی محنت سے جملہ انتظامات کئے۔

رجسٹریشن کا آغاز 24 ستمبر کو نماز جمعہ کے بعد شروع ہوگیا۔ پروگرام کا آغاز سات بجے شام تقریب پرچم کشائی سے ہوا۔ مکرم رفیق احمد صاحب حیات امیر جماعت احمدیہ U.K. نے لوائے احمدیت اور مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ U.K. نے مجلس انصاراللہ کا پرچم لہرایا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب U.K. نے دعا کروائی۔

افتتاحی اجلاس جو تربیتی فورم پر مشتمل تھا سات بجے شام شروع ہوا۔ اجلاس کی صدارت مکرم امیر صاحب U.K. نے کی۔ اس اجلاس میں انصار کے علاوہ خدام اور اطفال بھی مدعو تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور نظم سے ہوا۔ اس اجلاس میں مکرم مرزا عبدالحق صاحب سابق صوبائی امیر پنجاب بھی مہمان خصوصی کے طور پر تشریف لائے تھے۔ آپ نے اپنے خطاب میں تربیت اولاد اور توکل علی اللہ کے موضوعات پر اظہار خیال کیا۔ یہ ایک مؤثر اور ایمان افروز خطاب تھا۔ مکرم امیر صاحب نے مکرم مرزا عبدالحق صاحب کے خطاب کے بڑے حصہ کو انگریزی میں احباب کے سامنے پیش کیا اور انصاراللہ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد انصاراللہ کی مجلس شوریٰ کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور عہد دہرانے سے ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت صدر صاحب مجلس انصاراللہ U.K. نے کی۔ امسال دو تجاویز زیر غور تھیں۔ پہلی تجویز شعبہ تربیت کی نماز باجماعت سے متعلق اور دوسری بجٹ انصاراللہ 2005ء کی صورت میں تھی۔ ہر تجویز پر تفصیلی غور کے لئے سب کمیٹیاں ممبران کے مشورہ سے بنائی گئیں۔ تربیتی کمیٹی کے صدر مکرم ڈاکٹر فرید احمد صاحب اور سیکرٹری قائد تربیت سید نصیر احمد شاہ صاحب تھے۔ سب کمیٹی مال کے صدر مکرم عبدالغفار عابد صاحب اور سیکرٹری قائد مال مکرم چوہدری ظہیر احمد صاحب تھے۔ سب کمیٹیوں کی رپورٹ پر بحث کے بعد یہ اجلاس رات ایک بجے اختتام پذیر ہوا۔

25 اور 26 ستمبر ہفتہ اور اتوار کے روز دن کا آغاز نماز تہجد، فجر، درس قرآن کریم اور درس حدیث سے ہوتا رہا۔ ہفتہ کی صبح انصاراللہ کے علمی مقابلہ جات ہوئے جو اگلے روز بھی جاری رہے۔ ان مقابلوں میں تلاوت قرآن کریم، نظم، فی البدیہہ تقاریر شامل تھیں۔

ہفتہ کے روز کا اہم پروگرام تبلیغ فورم تھا جو علمی مقابلہ جات کے بعد شروع ہوا۔ اس پروگرام کی صدارت مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نے کی۔ مکرم شیخ رفیق احمد صاحب طاہر، قائد تبلیغ نے مختلف حوالوں سے تبلیغ کی اہمیت کو بیان کیا۔ مکرم مولانا عبدالغفار احمد صاحب مربی سلسلہ نے قرآن کریم کی روشنی میں تبلیغ کی اہمیت بیان کی۔ مکرم ابرار شاہ صاحب نومبایع نے اپنے قبول احمدیت کے ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ آخر پر مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد نے تبلیغ کے میدان میں دعا کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔

ہفتہ کے روز بارش کی وجہ سے کھیلوں کا پروگرام محدود کرنا پڑا۔ والی بال، کلائی پکڑنے اور رسہ کشی کے مقابلے طاہر ہال میں منعقد ہوئے۔ اتوار کو قریبی کالج گراؤنڈ میں فٹبال، والی بال، رسہ کشی، گولہ پھینکنے اور دوڑ کے مقابلے ہوئے۔ والی بال اور کلائی پکڑنے اور رسہ کشی کے فائنل مقابلے ڈیڑھ بجے بعد دوپہر طاہر ہال میں منعقد ہوئے۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت تشریف لاکر ان مقابلوں کو دیکھا اور محظوظ ہوئے۔ مقابلہ جات کے بعد حضور انور نے از راہ شفقت انصار کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

ہفتہ کے روز نماز ظہر وعصر کے بعد مکرم مرزا نصیر احمد صاحب، مبلغ سلسلہ نے ذکر حبیب کے موضوع پر ایک مؤثر تقریر فرمائی جس میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قربانیوں کے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔

شام چھ بجے مختلف علمی تقاریر ہوئیں۔ اس نشست کی صدارت مکرم امیر صاحب U.K. نے کی۔ پہلی تقریر مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ U.K. نے کی۔ آپ نے الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ وثانیؓ کی روشنی میں انصار کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ نیز گزشتہ سال کی رپورٹ کارگزاری بھی پیش کی۔

اس کے بعد مکرم اخلاق احمد صاحب انجم نے آنحضور ﷺ کی قوتِ قدسیہ پر مؤثر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر نفیس حامد صاحب نے قوت قدسیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مکرم مرزا نصیر احمد صاحب نے برکات خلافت کے موضوعات پر تقاریر فرمائیں۔ مکرم امیر صاحب نے اپنے خطاب میں برکات خلافت پر مزید روشنی ڈالی۔ آٹھ بجے یہ سیشن ختم ہوا اور نماز مغرب وعشاء کی ادائیگی کے بعد دوسرے دن کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

اتوار کو اختتامی اجلاس میں حضور انور ایدہ اللہ بنفس نفیس تشریف لائے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد حضور انور نے انصار کا عہد دہرایا۔ نظم کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ U.K. نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی جس کے بعد حضور انور نے علمی وورزشی مقابلہ جات میں اوّل آنے والوں کو انعامات عطا فرمائے۔ امسال حسن کارکردگی کے لحاظ سے حلقہ South West اوّل آیا۔ حضور نے قائم مقام ناظم ساؤتھ ویسٹ ریجن منور احمد صاحب کو علم انعامی عطا فرمایا۔ اوّل آنے والی مجلس انصاراللہ لیوٹن کے زعیم محترم عبدالسمیع صاحب کو بھی شیلڈ عطا فرمائی۔ اسی طرح امسال انصاراللہ چیریٹی واک میں جمع ہونے والی رقم میں سے مبلغ 35,500 پاؤنڈز کا چیک حضور انور نے محترم سید احمد یحییٰ صاحب چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ کو عطا فرمایا۔

اس کے بعد حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ نے انصاراللہ سے خطاب فرمایا۔ آپ نے انصار کو ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ یورپ کے مخصوص حالات میں اپنی اور اپنی نسلوں کی حفاظت کریں۔ اس کے لئے نمازوں اور مسجد سے تعلق، تعلیم القرآن اور وصیت جیسے عظیم نظام سے منسلک ہونا ضروری ہے۔ حضور انور نے مرکزی مجلس عاملہ سے لے کر زعامت لیول تک تمام عہدیداران کو وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہونے کی تحریک فرمائی۔ خطاب کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کروائی اور یہ نہایت بابرکت اجتماع بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ الحمدللہ علی ذلک۔

اجتماع کے دوران ڈاکٹروں کی ایک ٹیم موجود رہی۔ انصاراللہ کا میڈیکل چیک اپ بشمول بلڈ پریشر اور آئی ٹیسٹ ہوتا رہا۔

26 ستمبر 2004ء کو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کے خطبہ فرمودہ 24 ستمبر 2004ء کی روشنی میں قیادت تعلیم القرآن مجلس انصاراللہ نے ایک جائزہ فارم حاضرین میں تقسیم کیا۔ اس میں روزانہ تلاوت کرنے والے، ترجمہ کی صلاحیت رکھنے والے، گھروں میں تلاوت قرآن کریم کا جائزہ لیا گیا۔ اسی طرح حضور کے خطبہ محولہ بالا کی آڈیو کیسٹس بھی حاضرین میں تقسیم کی گئیں۔

جلسہ سالانہ 2004ء کے موقع پر حضور انور کے ارشاد بسلسلہ نظام وصیت کی روشنی میں اجتماع کے موقع پر حاضرین میں رسالہ ''الوصیت'' اور وصیت فارمز تقسیم کئے گئے۔

شعبہ ضیافت نے خدمت کے روایتی جذبہ سے مہمانوں کی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجلس انصاراللہ U.K. کی ان حقیر مساعی کو قبول فرمائے اور اجتماع کے دوررس اور نیک اثرات پیدا فرمائے۔ آمین

ہر خیر طلب کرنے اور شر سے بچنے کی ایک جامع دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ۔ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ۔ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ۔ (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام خیر وبھلائی مانگتے ہیں جو تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگی اور ہم تجھ سے ان باتوں سے پناہ چاہتے ہیں جن سے تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ چاہی۔ تُو ہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ پس تیرے تک دعا کا پہنچانا لازم ہے۔